ڈاکٹر نثار احمد☆

رسالت محمدی کی سوغات ''اسلام''

ہدایت (۱) ہر شے کا لازمہ اور ضرورت ہے۔ ہر شے کا خالق و مالک اللہ رب العالمین ہے اور ہر شے جب اس نے پیدا کی تو اسے ہدایت سے بھی مزین فرمایا کہ کوئی شے اس سے خالی نہیں۔ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی (۲) ''ہمارا رب وہی جس نے دی ہر چیز کو اس کی صورت، پھر راہ سجھائی'' (۳) ہر چیز ایک خاص ہیئت، ساخت، مقدار، اندازہ سے بنائی اور اسے نشو ونما کا راستہ دکھایا۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰیO وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی۔ (۴)

نوعِ انسان بھی مخلوقات میں شامل بلکہ اشرف المخلوقات ہے۔ ہدایت انسانوں کے لئے بھی ناگزیر ہے۔ اس کی فطری، جبلی، مادی، جسمانی، ضروریات کے علاوہ (جن کی تکمیل کے لئے زمین وآسمان کی ساری قوتیں اس کی خدمت گذار بنادیں، (۵) کائنات کا ہر ذرہ اس کے لئے مسخر کر دیا اور تمام ظاہری و باطنی نعمتیں اس پر تمام کردیں۔ (۶) اس کی فکری، روحانی، ثقافتی ضروریات، ذہنی تسکین، حقیقت کا علم، زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ اور شخصی، عائلی، معاشی، سیاسی، ملکی معاملات میں ہدایت ورہنمائی کا بھی اپنی طرف سے انتظام کیا، جس کا وعدہ اللہ نے نوع انسانی سے حضرت آدم علیہ السلام کو اس دنیا میں بھیجتے وقت کیا تھا۔ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ (۷) اس لئے ہدایت درحقیقت وہی ہے جو اللہ کی طرف سے ہو۔ کہ یہ کلیتاً عطیۂ خداوندی اور انعام الٰہی ہے اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی (۸) اور درحقیقت وہی اس کا سزاوار ہے اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی۔ (۸/۱)

چنانچہ (انسانوں کی) ہدایت کا یہ سلسلہ پورے تاریخی تسلسل کے ساتھ جاری وساری رہا اور حضرت آدم علیہ السلام تا عیسیٰ علیہ السلام ہر زمانہ انبیاء ورسل، ہادی، بشیرونذیر (۹) کی ہدایت اور کتاب و حکمت کی نورانیت سے متمتع ہوتا رہا اور کتاب ورسول کے تلازم سے ہدایت ربانی کا حصہ پاتا رہا۔ لَقَدْ

☆ سابق رئیس کلیۂ فنون وصدر شعبہ اسلامی تاریخ۔ جامعہ کراچی۔

اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ وَاَنۡزَلۡنَا مَعَھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡمِیۡزَانَ۔(۱۰)

اس ہدایت خداوندی جس کا منبع و سرچشمہ وحی الٰہی ہے، کے علاوہ انسانوں کی تجویز کردہ رہنمائی اور خود ساختہ ہدایت اصلاً ہدایت نہیں ''ضلالت ہے'' کیونکہ عقل، وجدان، حواس اور دوسرے ذرائع علم جو انسانوں کو حاصل ہیں انکشاف حقیقت نہیں کر سکتے۔ اور اس صراط مستقیم تک نہیں پہنچا سکتے جو زندگی کی منزل ہے، لہذا قرآن کی رو سے ہدایت وضلالت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔(۱۱) ہدایت الٰہی سے منہ موڑ کر آدمی ضلالت میں جا گرتا ہے۔ البتہ انسان مجبور نہیں مختار ہے کہ ان دونوں میں سے خود کون سی راہ اپنانا چاہتا ہے۔ اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالۡحَقِّ فَمَنِ اہۡتَدٰی فَلِنَفۡسِہٖ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیۡھَا وَمَآ اَنۡتَ عَلَیۡھِمۡ بِوَکِیۡلٍ۔(۱۲)

جناب خاتم الانبیا و المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت مبارکہ ہوئی تو دنیا ہدایتِ خداوندی سے محروم ضلالت و جہالت کی وسعتوں میں بھٹک رہی تھی۔(۱۳) آپ ﷺ کے ورود مسعود سے ہی جہالت وضلالت کے اندھیرے دور ہوئے اور اس ''دور فترت'' (۱۴) کا خاتمہ ہوا، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پوری دنیا میں علی العموم اور حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے بعد ''جزیرہ نمائے عرب'' میں بالخصوص قائم چلا آ رہا تھا۔ اور اگر آپ ﷺ کی بعثت مطہرہ نہ ہوئی ہوتی تو یہ دنیا جہاں خشکی وتری ہر جگہ فساد ہی فساد بپا تھا لوگوں کے اپنے کرتوتوں کے سبب ظَھَرَ الۡفَسَادُ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ بِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِی النَّاسِ۔(۱۵) تباہ و برباد ہو جاتی۔ اور آگ کے جس گڑھے کے بالکل کنارے شَفَا حُفۡرَۃٍ مِّنَ النَّارِ (۱۶) کھڑی تھی اس میں گر کر جل کر خاکستر ہو جاتی۔

اس لئے رسول رحمت ﷺ حضور ختمی مرتبت نجات دہندۂ انسانیت کی تشریف آوری بالکل ٹھیک وقت پر ہوئی، نہ اس سے پہلے کہ شاید قدر نہ سمجھی جاتی، نہ اس کے بعد کہ بہت دیر ہو جاتی اور سب کچھ ختم ہو کر رہ جاتا۔ انسانیت پر اللہ رب العالمین نے رحم فرمایا اور محسن انسانیت علیہ السلام والتحیۃ کو مبعوث فرمایا، جو خود بھی نور و منور، اور اپنے ساتھ کتاب بھی روشن و منور لائے قَدۡ جَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ (۱۷) تاکہ انسانیت کو ہر قسم کے اندھیروں سے نکال کر اجالوں، روشنیوں میں لے آئیں لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ۔(۱۸) چنانچہ بعثت محمدی کے نتیجے میں ایک طرف تو پوری انسانیت ان کے زیر بار احسان ہے کہ ہر طرف وَاَرۡسَلۡنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوۡلًا (۱/۱۸) اور وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ۔(۱۹) کا پھریرا اڑ رہا ہے اور دوسری طرف ہر وہ متنفس جو دائرہ ایمان

واسلام میں داخل ہے اور ہوگا، احسان رسالت مآب ﷺ سے عہدہ برا نہیں ہوسکتا لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً ۔(۲۰) آنحضور ﷺ کی ذات بابرکت پر ہی ہدایت خداوندی کا سلسلہ کتاب ورسول مکمل ہوا (کتاب اور رسول دونوں کی شان نرالی، دونوں عظیم وجلیل، دونوں ہمیشہ کے لئے قائم ودائم، دونوں کا مقصد ایک، دونوں ہمہ گیر وعالمگیر، دونوں کی دعوت انسانیت کے لئے اور دونوں کا تخاطب تمام انسانوں سے، اس لئے ان دونوں پر مبنی ہدایت کا دائرہ بھی تمام انسانوں کے لئے، تمام زمانوں کے لئے، زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی، ہمہ گیر، دائمی، عالمگیر اور دین ودنیا دونوں پر محیط ہے۔ لہذا یہ کتاب بھی آخری ہے اور رسول بھی اعظم وآخر ہے) تکمیل ہدایت اور تکمیل نعمت کا صریح اعلان وحی الٰہی کے الفاظ میں کر دیا گیا: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔(۲۰/۱) ''آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل ومکمل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا''۔ لہذا بعثت محمدی ﷺ کے ذریعہ جو سوغات انسانیت کو ملی وہ اسلام ہے۔ اسلام کے قیام واستحکام سے ہی جاہلیت کا استیصال ممکن ہوا۔ بحر وبر میں جو فساد پھیلا ہوا تھا اس کا قلع قمع ہوا۔ حضور سرور عالم ﷺ کی آمد مبارکہ سے کائنات کا ذرہ ذرہ اسلام کے نور سے جگمگا اٹھا اور چاردانگ عالم میں وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (۲۰/۲) کا منظر پیدا ہو گیا۔

آنحضور ﷺ اسلام کی سوغات لے کر آئے۔ یہ عین حقیقت ہے، البتہ یہاں اس عمومی اور عوامی تاثر کو جزوی حقیقت قرار دیا جائے گا جس کے تحت یہ کہا اور سمجھا جاتا ہے کہ آمد ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ سے ظہور اسلام ہوا یا اسلام کی ابتدا ہوئی اور آپ ﷺ سے پہلے کا دور اس اعتبار سے قبل اسلام تھا۔ زمانہ قبل از اسلام بھی اگر چہ صدیوں پر محیط اور جہالت وکفر وضلالت سے عبارت تھا، لیکن ظاہر ہے کہ اس دور ظلمت سے پہلے بھی ہادی، بشیر ونذیر، انبیاء ورسل آئے تھے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہدایت ربانی کا سلسلہ جاری وساری رہا اور تمام پیامبر وپیغمبر بھی اسلام لے کر آئے تھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ آنحضور ﷺ سے قبل جملہ انبیاء ورسل محدود وقت اور زمانے کے لئے آئے اور ان کی دعوت اسلام بھی وقتی، محدود، مخصوص علاقے، مخصوص قوم، آبادی، حالات وظروف سے مناسبت ومطابقت رکھتی تھی اور ان پر نازل ہونے والے کتب وصحائف بھی انہی احوال وظروف سے مناسبت ومطابقت رکھتے تھے اس لئے ہدایت خداوندی کا دائرہ بھی اسی درجے میں موثر رہا۔ جب کہ آنحضرت ﷺ بیک وقت ہادی، بشیر ونذیر، نبی ورسول تھے اور آپ ﷺ دعوتِ اسلام، عشردۂ کمال وتمام کے ساتھ لائے

اور جو اپنی نوعیت میں عالمی و عالمگیر، ابدی و ہمہ گیر ہے اور اپنے اطلاق میں قیامت تک موثر ہے۔ اس اجمال کی تفصیل کے لئے پہلے اسلام کے لفظی ولغوی مفہوم کا مطالعہ ضروری ہے۔

اسلام، کا مفہوم از روئے لغت و حدیث:

اسلام کا مادہ س ل م ہے۔ یہ سَلْم اور سِلْم دونوں طرح مستعمل ہے۔ (۲۱) اس کے ابتدائی واساسی مفہوم میں عجز وانکسار اور تذلل وخضوع داخل ہے اور کلامِ عرب میں یہ مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اس کے دو معنی خاص ہیں۔

۱۔ ایک معنی، اطاعت، فرمانبرداری، انقیاد، تسلیم ورضا، سپردگی، امتثال امر، حکم ماننا، قبول کرنا، منظور کرنا، جھک جانا، دستبردار ہونا، سونپنا، حوالے کر دینا۔ (۲۲) عربی کی مشہور لغت لسان العرب میں ہے: والسلام الاسلام، و التسلم الاستخدام و الانقیاد و الاستسلام (۲۳) سِلم، اسلام، اور سَلَم کے معنیٰ ہیں اطاعت اور فرمانبرداری دوسری جگہ ہے: والاسلام والاستسلام الانقیاد (۲۴) اسلام اور استسلام کے معنی فرمانبرداری کے ہیں، اسی طرح تاج العروس میں ہے: والسلم مثل السلام والاسلام والمراد هنا الاستسلام والانقیاد اور سلم، سلام اور اسلام ہم معنی ہیں اور یہاں اس سے مراد انقیاد واطاعت ہے۔ (۲۵)

اسی میں دوسری جگہ ہے۔ و السلم الاستسلام و الاستخدام و الانقیاد و منه قوله تعالیٰ القوا الیکم السلم، ای الانقیاد (۲۶) ''یعنی سلم سے مراد ہے جھک جانا، مطیع ہو جانا، اور تابع فرمان ہو جانا''۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ القوا الیکم السلم یہاں سلم بمعنیٰ اطاعت ہے۔ عربی کے مشہور شاعر امرؤالقیس بن عابس کا شعر ہے

فلست مبدلا بالله رَبّاً ولا مستبدلا بالسلم دينا

میں نہ تو اللہ کے بجائے کسی اور کو اپنا رب بناؤں گا اور نہ سلم (یعنی اسلام) کو کسی اور دین سے بدلوں گا۔

اسی طرح کندہ کا ایک جاہلی شاعر کہتا ہے:

دعوت عشیرتی للسلم لما رایتهم تولوا مدبرينا (۲۷)

میں نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو فرمانبرداری کی طرف بلایا، جب میں نے ان کو

دیکھا کہ انہوں نے ہم سے پیٹھ پھیری ہے۔

ایک اور جگہ تاج العروس میں ہے کہ: و السلم الاسم من التسلیم وھو بذل الرضا بالحکم ''یعنی مسلم نام ہے تسلیم کا یعنی حکم کی بجا آوری میں پوری طرح سے راضی ہونا''۔ اسی لئے جو شخص مطیع و منقاد ہو جائے اس کے متعلق کہا جاتا ہے اَسْلَمَ الرَّجُل یعنی اس شخص نے اطاعت و فرمانبرداری قبول کر لی۔ وہ رام ہو گیا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ما من آدمٍ اِلَّا و معه شیطان، قیل و معک؟ قال نعم و لکن الله اعاننی علیه فَاَسْلَمَ۔ (۲۸)

کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ شیطان نہ لگا ہو۔ آپ ﷺ سے کہا گیا (یا رسول اللہ) کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں لیکن اللہ نے اس کے مقابلے پر میری مدد کی اور وہ میرا تابع ہو گیا۔ اَسْلَمَ کا لفظ جب بلا صلہ آئے تو اس کے معنیٰ اطاعت و انقیاد کے ہوتے ہیں۔ الیٰ کے صلے کے ساتھ آئے تو اس کے معنیٰ سپرد کر دینے اور لام کے صلے کے ساتھ آئے تو اس کے معنیٰ جھک جانے کے ہیں۔ قریش کے لوگوں نے بنی ہاشم کے خلاف مقاطعے کا جو فیصلہ (۷ نبوی میں) کیا تھا اس میں یہ طے کیا تھا کہ لا ینا کحوھم و لا یبایعوھم حتی یسلّموا الیھم النبی صلی الله علیه وسلم وہ ان بنی ہاشم کے ساتھ شادی بیاہ اور خرید و فروخت کا کوئی تعلق نہ رکھیں گے جب تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان قریش کے حوالے نہ کر دیں، اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لا یطھر الله قلب عبد حتی یسلم لنا و یکون سلما لنا اللہ تعالیٰ کسی بندے کا دل اس وقت تک پاک نہیں کرتا جب تک کہ وہ ہمارا تابع فرمان نہ ہو جائے اور ہم سے مل کر (موافقت سے) نہ رہے۔ (۲۹)

پھر اسی سپردگی اور اطاعت و فرمانبرداری کی وجہ سے قید و بند اور اسیری کے معنیٰ پیدا ہوئے۔ چنانچہ رَجُلٌ سلم کے معنیٰ ہوں گے ''قیدی'' (۳۰) کیونکہ وہ مغلوب ہوتا ہے اور دوسرے کے سامنے سر اطاعت خم کر دیتا ہے۔ اخذہ سلماً اس وقت بولتے ہیں جب کسی کو بغیر جنگ کے گرفت میں لے لیا اور رکھ لیا جائے (۳۱) لاتینک برجلٍ سلمٍ کے معنی ہوں گے ''میں ایک آدمی کو گرفتار کر کے آپ کے پاس لاؤں گا''۔ (۳۲)

اسی سے باب تفعیل میں سَلَّمَ یُسَلِّمُ تَسْلِیْماً ہے۔ جس کے معنیٰ قبول کرنے، بچانے، سپرد کرنے اور انقاد و اذعان کے ہیں۔ سَلَّم بہ کے معنیٰ ہیں کسی بات کو مان لینا، قبول کرنا منظور کرنا۔ (۳۳) اسی سے بیع سَلَم بھی ہے جس میں کسی چیز کی پیشگی قیمت بائع کے حوالے کی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں آتا

ہے من تَسَلَّمَ فی شیٔ فلا یصرفه الی غیرہ یعنی جو شخص کسی مال کے معاملے میں پیشگی قیمت وصول کرلے وہ پھر اس کو بدل کر دوسرا مال نہ دے (مثلاً گیہوں طے ہوئے اور چاول دے دے) (۳۴)

تَسَلَّم کے معنی ہوتے ہیں لے لینا وصول کرنا اور مسلمان ہونا۔ (۳۵) سَلَّمْتُمْ کے معنی ہوں گے تم نے حوالے کر دیا، تم نے سپرد کر دیا تم نے سونپ دیا۔ یہ تسلیم سے ماضی کا صیغہ ہے جس کے معنیٰ سپرد کرنے کے آتے ہیں ۳۶۔ ایک حدیث میں ہے: انی وهبت لخالتی غلاماً فقلت لها لا تسلیمیه حجاما و لا صائغاً و لا قصابا ''میں نے اپنی خالہ کو ایک غلام ہبہ کیا اور کہہ دیا کہ اس کو حجام اور سنار اور قصاب کے سپرد نہ کرنا''۔ یعنی یہ تینوں پیشے اس کو نہ سکھانا اور دوسرے پیشے سکھاؤ تو قباحت نہیں۔ (۳۷)

اسی سے باب افعال میں ''اسلام'' ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں اطاعت فرمانبرداری کرنا، گردن ڈال دینا تابعدار بن جانا اور اپنے آپ کو سپرد کر دینا۔ (۳۸) یہ معنی باب استفعال سے استسلم یا تفعل سے ہیں۔ (۳۹) اسلام کا فاعل مُسْلِمُ ہے یعنی اسلام میں داخل ہونے والا، اسلام قبول کرنے والا، اپنے آپ کو احکام الٰہیہ کے تابع کر دینے والا۔ امت مسلمہ، یعنی وہ گروہ جو اللہ کی اطاعت کرنے والا ہے احکام خداوندی کو تسلیم کرتا ہے۔

دوسرے مشہور معنی صلح، آشتی، امن و عافیت اور حفاظت و پناہ کے ہیں۔ (۴۰) اور یہ لڑائی (حرب) کی ضد ہے۔ (۴۱) ایک حدیث میں ہے اَسْلِمْ تَسلم یعنی اسلام لا تو تباہی سے بچ جائے گا۔ ایک مرتبہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا جعله مسلما لمن دخله جو بھی اس (اسلام) میں داخل ہوا وہ سلامت رہا یا محفوظ رہے گا ایک اور حدیث میں ہے: وانَّ سِلْمَ المؤمنین واحدٌ لایُسالَمُ مومن دون مومنٍ ''مومنوں کی صلح سب مل کر ایک ہونی چاہئے۔ یہ نہیں کہ ایک مومن سے صلح ہو اور دوسرے سے نہ ہو''۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: المسلم اخوا المسلم لایظلمه و لایسلمهٔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے کہ نہ تو اس پر ظلم کرے اور نہ (اسے) دشمن کے ہاتھ میں چھوڑ دے اور اس کا بچاؤ یا حفاظت نہ کرے)۔ ایک موقع پر انه اخذ ثمانین من اهل مكة سلما او سلماً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں میں سے ۸۰ آدمیوں کو صلح کے طور پر لے لیا۔ (۴۲) سِلماً اور سَلماً دونوں کے معنیٰ صلح کے ہیں۔ لسان العرب میں ہے:''و السلم المسالم تقول انا سلم لمن سالمنی وقوم سلم و سلم سالمون و کذالک تسالموا و تصالحوا (۴۳) سلم صلح کرنے والے کو کہتے ہیں چنانچہ یہ کہا جاتا ہے کہ میں صلح کرنے والا ہوں اس شخص سے جو مجھ سے صلح

کرے اور قوم سلم صلح جو قوم کو کہتے ہیں۔ اور اسی طرح سے تسالموا کا لفظ تصالحوا کا ہم معنیٰ ہے یعنی آپس میں مصالحت کرنا۔ اسی سے موافقت و مطابقت کے معنیٰ پیدا ہوئے چنانچہ جب گھوڑے پاؤں ملا کر ایک ساتھ چلیں تو کہتے ہیں تسالمت الخیل۔ (۴۴)

پھر اس سے باب سَمِعَ یَسْمَعُ میں سَلِمَ یَسْلَمُ آتا ہے جس کے معنی خالص اور پورے طور پر کسی دوسرے کے لئے ہو جانے کے ہیں (۴۵)۔ اسی سے علیحدہ رہنے اور محفوظ و مامون رہنے کے معنیٰ آتے ہیں۔ ایک مشہور روایت کے مطابق، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ یعنی اصلی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں مطلب یہ ہے کہ اس کے برے افعال سے امن میں رہیں۔ (۴۶)

سلّم الشئ کے معنیٰ ہوتے ہیں کسی چیز کو کسی کے لئے خالص کر دینا۔ اس کے حق میں محفوظ کر دینا۔ (۴۷) سَلِمَ لَہٗ کے معنیٰ کسی کے لئے مخصوص ہو جانے کے ہیں اور جب سَلِمَ مِنْ ہو تو اس کے معنیٰ نجات پانے اور بری ہونے کے ہوں گے۔ چنانچہ اسی سے سَلِمَ مِنَ الخطر یعنی خطرہ سے حفاظت اور سَلِمَ من العیب یعنی عیب و برائی سے محفوظ رہنے کے ہیں۔ (۴۸) چنانچہ قرآن کی آیت و السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ کے معنیٰ یہ ہیں کہ جس نے ہدایت الٰہی کا اتباع کیا وہ اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے محفوظ رہا۔ (۴۹) سَلَامٌ کے معنیٰ ایک طرف امن و عافیت اور آفات سے محفوظ رہنے کے ہیں اور دوسری طرف یہ لفظ عیوب و نقائص سے پاک ہونے کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ (۵۰) اسی معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ایک نام السَّلَامُ بھی ہے۔ (سَلَامٌ) کے معنیٰ کسی کے حق میں سلامتی کی دعا کرنے اور سلام کرنے کے بھی آتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سلم الصغیر علی الکبیر یعنی چھوٹا بڑے کو سلام کرے قرآن میں ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے: یا یھا الذین آمنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتّٰی تستانسوا و تسلموا علیٰ اھلھا (۵۱) مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں (جانے کے لئے) گھر والوں سے اجازت اور ان کو سلام کئے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔

اسلام کا مفہوم ازروئے قرآن:

سَلْمٌ اور سِلْمٌ اور اس کے مشتقات کا استعمال قرآن کریم میں کثرت سے ہوا ہے۔ ان

استعمالات کو ہم دو حصّوں میں تقسیم کر سکتے ہیں: (۱) کسی صلے کے ساتھ یا (۲) بغیر کسی صلے کے۔ صلے کے ساتھ استعمال کے مواقع پر جو معنیٰ ہوں گے ان کی تعیین اس کے ملے کو دیکھ کر بآسانی کی جا سکتی ہے۔ مثلاً سورۂ بقرہ میں ہے۔ بلیٰ من اسلم وَجْهَهٗ لِلّٰه وهو محسنٌ فلهٗ اجرُهٗ عندربّهٖ ولاخوف عليهم ولاهم يحزنون (۵۲) ''ہاں جو شخص اللہ کے آگے گردن جھکا دے اور وہ نیکوکار بھی ہو تو اس کا اجر اس کے پروردگار کے پاس ہے اور ایسے لوگوں کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' (۵۳) آگے ارشاد ہے: اذقال لهٗ ربّهٗ اسلم قال اسلمتُ لربّ العالمين (۵۴) ''جب ان (ابراہیمؑ) سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ جھک جاؤ تو انہوں نے کہا میں رب العالمین کے آگے سر اطاعت خم کرتا ہوں''۔ (۵۵) ان دونوں جگہوں پر اسلام کے معنیٰ اطاعت و فرمانبرداری اور جھک جانے کے ہیں۔ اس لئے کہ ان میں صلہ ل آیا ہے۔ اور یہ پہلے عرض کیا جا چکا کہ اس لفظ کے بعد جب صلہ لام ہو تو اس کے معنیٰ اطاعت و فرمانبرداری ہی ہوتے ہیں۔ سورۂ مومن میں ارشاد ہے: قل انّی نهيتُ ان اعبد الذين تدعون من دون اللهِ لما جآء نی البيّنٰتُ من ربّی واُمرتُ ان اُسْلِمَ لربّ العالمين (۵۶) (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے) کہہ دو کہ مجھے اس بات کی ممانعت کی گئی ہے کہ تم لوگ جن کو خدا کے سوا پکارتے ہو ان کی پرستش کروں، جبکہ میرے پاس میرے پروردگار کی (طرف سے) کھلی دلیلیں آ چکی ہیں اور مجھ کو حکم ہوا ہے کہ پروردگار عالم ہی کا تابع فرمان رہوں)۔ اور سورۂ بقرہ میں تعمیر کعبہ کے وقت دعائے ابراہیمی کی حکایت بیان کرتے ہوئے ارشاد ہے: "ربّنا واجعلنا مسلمين لک و من ذريّتنا اُمّةً مسلمةً لک (۵۷) ''اے پرودگار ہم کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھیو اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنائے رکھیو'' اسی طرح حضرت ابراہیم و یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں سے جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کا عہد لیا تو انہوں نے فوراً اقرار کیا کہ: ونحن لهٗ مُسْلمون (۵۸) ''اور ہم اس کے تابع فرمان ہیں''۔ (۵۹) یا مثلاً سورۂ نور میں ارشاد ہوا: يا ايها الذين امنوا لاتدخلوا بيوتاً غير بيوتكم حتى تستأنسوا و تسلموا علىٰ اهلها (۶۰) ''مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں گھر والوں سے اجازت لئے بغیر اور سلام کئے بغیر داخل نہ ہوا کرو''۔ یہاں سلَّمُ کا صلہ علیٰ آیا ہے لہذا یہاں سلام و تحیّۃ ہی کے معنیٰ ہوں گے۔

اب رہے وہ مواقع جہاں بغیر کسی صلے کے اس لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ تو ان مقامات پر اگر سیاق و سباق کو پیش نظر رکھا جائے تو بخوبی واضح ہو جائے گا یہ لفظ کس جگہ کن معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ذیل میں اس کی چند مثالیں دی جارہی ہیں:

اطاعت کے معنی میں:

قرآن میں بکثرت مقامات پر اہل ایمان سے مطالبہ کیا گیا ہے۔کہ وہ شیطان کی پیروی یا اطاعت نہ کریں بلکہ ہر معاملے میں صرف خدائے واحد کا ہی حکم مانیں۔مثلاً فرمایا گیا:یا یھا الذین امنوا ادخلوا فی السّلم کآفّۃ ولا تتبعوا خُطُوات الشیطان. انّہٗ لکم عدوٌّ مُّبین (۶۱)''مومنو!اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو۔وہ تو تمہارا صریح دشمن ہے)۔یہاں سلم کے معنی اگرچہ سلامتی کے بھی بعض مفسرین نے لئے ہیں لیکن شیطان کے اتباع کے مقابلے میں اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کے معنی اختیار کرنا زیادہ انسب ہیں،(۶۲)ایک جگہ ارشاد ہے:فــــلا وربّک لایـؤمـنـون حتیٰ یحکّموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت و یسـلموا تسلیما (۶۳)''پس آپ کے رب کی قسم،یہ لوگ مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑوں میں تم کو حکم نہ مان لیں،پھر اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ سرتا سر تسلیم خم کردیں۔سورۂ مائدہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ صفت بتائی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا اتباع اور اس کی مکمل اطاعت کرنے والے ہیں:النبیّون الذین اسلموا (۶۴)انبیاء جو خدا کے فرمانبردار تھے ایک جگہ فرمایا:فلمّآ اسلما وتلّہٗ للجبین (۶۵)(جب دونوں نے حکم تسلیم کرلیا اور (باپ نے بیٹے کو) ماتھے کے بل لٹادیا۔سورۂ نحل میں آیا۔الـذین تتوفھم الملائکۃ ظالمی انفسھم فالقوا السّلم ما کنا نعمل من سوٓءٍ ۔(۶۶)جب فرشتے ان لوگوں کی روحیں قبض کرنے لگتے ہیں جو اپنے حق میں ظلم کرنے والے تھے تو وہ سر اطاعت خم کردیتے ہیں(اور کہتے ہیں)کہ ہم کوئی برا کام نہیں کرتے تھے'' آگے ارشاد ہے:کذلک یُتمّ نعمتہٗ علیکم لعلکم تُسلمُوْن (۶۷)(اسی طرح خدا اپنا احسان تم کو پورا کرتا ہے کہ تم فرمانبردار بنو)سورۂ حج میں اپنی الوہیت کے حق کے طور پر یہ مطالبہ کیا جارہا ہے:فالٰھکم الٰہ واحد فلہٗ اسلموا وبشر المخبتین (۶۸)''پس تمہارا معبود ایک ہی ہے لہذا اسی کے فرمانبردار ہوجاؤ اور (اے نبی) عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنادو'' (۶۹) حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کے نام اپنے مکتوب گرامی میں یہ مطالبہ کیا تھا:الّا تعلُوا علیّ واتُونی مسلمین (۷۰)''مجھ سے سرکشی نہ کرو اور مطیع ومنقاد ہوکر میرے پاس (چلے) آؤ''(۷۱)اسی سلسلۂ کلام میں آگے اپنے درباریوں سے حضرت

سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: یَآاَیُّھَا الْمَلَؤُا اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِھَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ (۷۲) ''اے درباریو! کوئی تم میں سے ایسا ہے کہ قبل اس کے کہ لوگ فرمانبردار ہوکر ہمارے پاس آئیں ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے'' ایک جگہ ارشاد باری ہے: اَفَنَجْعَلُ المسلمین کالمجرمین (۷۳) ''کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کی طرح (نعمتوں سے محروم) کردیں گے''۔

حضرت یوسفؑ اپنے پروردگار سے اس طرح دعا کرتے ہیں۔ توفَّنِیْ مسلماً وَّ الحقنی بالصّالحین۔ (۷۴) (اے فاطر السماوات و الارض) تو مجھے (دنیا سے) فرمانبردار اٹھائیو اور (آخرت میں) اپنے نیک بندوں میں داخل کیجیو'' حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے متعلق قرآن کریم نے تصریح کی ہے کہ وہ نہ تو یہودی تھے نہ عیسائی بلکہ: ولکن کان حنیفاً مسلما (۷۵) ''سب سے بے تعلق ہوکر ایک خدا کے ہو رہے تھے اور اسی کے فرمانبردار تھے'' آخرت میں کفار کا یہ حال ہوگا کہ: بل ھم الیوم مستسلمون۔ (۷۶) ''بلکہ آج تو فرمانبردار (بنے جارہے) ہیں''۔

صلح کے معنیٰ میں:

دوسرے معنیٰ یعنی صلح و آشتی سلامتی کے حوالے سے چند مثالیں کافی ہوں گی۔ مثلاً سورۂ نساء میں ارشاد ہے: فَاِنِ اعْتَزَلُوْکُمْ فَلَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ وَاَلْقَوْا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ۔ ۷۷ ''پھر اگر وہ (کافر) تم سے کنارہ کش ہوجائیں اور تمہارے خلاف جنگ نہ کریں اور تمہاری طرف صلح (کا پیغام) بھیجیں تو'' اسی سے متصل آیت میں ہے: فان لَّمْ یعتزلوکم ویُلْقُوْا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ ویکفّوا اَیْدِیَھُمْ (۷۸) ''تو (ایسے لوگ) اگر تم سے (لڑنے سے) کنارہ کشی نہ کریں۔ اور نہ تمہاری طرف (پیغام) صلح بھیجیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو روکیں تو'' ایک جگہ قرآن میں ارشاد فرمایا گیا فلاتھنوا وتدعوا الی السَّلْم (۷۹) ''تو تم ہمت نہ ہارو اور (دشمنوں کو) صلح کی طرف بلاؤ'' ایک جگہ ہے: وَاِنْ جنحوا للسَّلم فَاجْنَحْ لھا و توکلْ علی اللہ (۸۰) ''اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہوجاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو''۔

دوسرے معانی میں:

اطاعت اور صلح کے علاوہ دوسرے مختلف معانی میں استعمالات کی چند مثالیں بھی ملاحظہ کی

جاسکتی ہیں: مثلاً سورۂ انفال میں وارد ہوا ہے کہ: لَوْ اَرٰکَھُمْ کَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَا زَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ سَلَّمَ (۸۱) ''اور اگر اللہ تمہیں دشمنوں کو زیادہ کر کے دکھاتا تو تم لوگ جی چھوڑ بیٹھتے اور (جو) کام (درپیش تھا اس) میں جھگڑنے لگتے لیکن خدا نے تمہیں اس سے بچالیا''۔ سورۂ حشر میں ہے۔ الملک القدّوس السَّلامُ المؤمنُ المھیمن العزیز الجبّار المتکبّر (۸۲) (بادشاہ، پاک، بے عیب، امن دینے والا، نگہبان، غالب زبردست، بڑائی وعظمت والا''۔ اور فرمایا: والسَّلامُ علیٰ من اتّبع الھُدٰی (۸۳) ''اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے''۔

بنی اسرائیل نے ذبح بقر کا حکم ملنے کے بعد جو ردوقدح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شروع کی تھی اور گائے کی شکل وصورت وغیرہ سے متعلق استفسارات کئے تھے ان کے جواب میں جس گائے کی نشاندہی کی گئی اسے بیان کرتے ہوئے یہ فقرہ بھی ارشاد ہوا ہے: مُسَلَّمۃٌ لاشیۃ فیھا (۸۴) (بے عیب، جس میں کوئی داغ دھبّہ نہ ہو۔ یعنی وہ گائے جسمانی نقائص سے پاک ہونی چاہئے۔ سورۂ ہود میں فرمان باری تعالیٰ ہے: قیل یٰنوحُ اھبطْ بسَلامٍ منّا (۸۵) (حکم ہوا کہ اے نوحؑ ہماری طرف سے سلامتی (کی ضمانت) کے ساتھ اتر آؤ)۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف خلوصِ نیت سے رجوع کرے اور اپنے دل کو خواہشات وغیرہ سے پاک ومحفوظ رکھے تو وہ بلاشبہ قابلِ تحسین ہے۔ سورۂ شعراء میں ہے: اِلاّ من اتی اللہَ بقلبٍ سَلِیْم (۸۶) (ہاں جو شخص خدا کے پاس پاک دل لے کر آیا۔ (۸۷) ایک اور جگہ الفاظ یہ ہیں: اذجاء ربہ بقلب سلیم (۸۸) (جب وہ (حضرت ابراہیمؑ) اپنے پروردگار کے پاس پاک دل لے کر آئے)۔ سورۂ فرقان میں رحمان کے بندوں کی خصوصیات کے ذکر میں فرمایا گیا: واذا خاطبھم الجاھلونَ قالوا سلاماً (۸۹) (اور رحمٰن کے بندے تو وہ ہیں) جو (زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور) جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں (ان کو سلام کہہ کر الگ ہوجاتے ہیں) سورہ طور میں ارشاد خداوندی ہے کہ: ام لھم سُلَّمٌ یستمعون فیہ (۹۰) کیا ان (کفار) کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر (چڑھ کر یہ آسمان سے باتیں) سُن آتے ہیں) (۹۱) جنت کا حال بیان کرتے ہوئے تصریح فرمائی کہ: لا یسمعون فیھا لغواً وّلا تاثیماً O الا قیلا سلاما سلاماً (۹۲) ''وہاں (جنت میں) نہ بیہودہ بات سنیں گے اور نہ گالم گلوچ۔ ہاں ان کا کلام سلام سلام ہوگا'' (۹۳) سورۂ یٰسین میں ہے: سَلامٌ قولاً مِنْ ربٍ رَّحیم (۹۴) ''پروردگار مہربان کی طرف سے سلام کہا جائے گا''۔

اسلام کا شرعی اصطلاحی مفہوم:

ہم یہاں عقائد و احکام کی کتابوں میں اسلام و ایمان کے حوالے سے فلسفیانہ بحثوں اور فنّی باریکیوں سے تعرض نہیں کرنا چاہتے بلکہ قرآن و حدیث اور تاریخ و سیرت کے حوالے سے اسلام کا سیدھا سادہ شرعی اصطلاحی مفہوم سمجھنا اور پیش کرنا چاہتے ہیں۔

یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عہد جاہلیت کے جس پس منظر میں (۹۵) اسلام کی سوغات لے کر آئے'' وہ نہ جاہلیتِ لفظی ولغوی تھی نہ عوامی بلکہ اصطلاحی اور بمقابلہ اسلام تھی۔(۹۶) لہذا اسلام کی جو سوغات آنحضور ﷺ نے پیش کی، اس کے دامن میں اسلام بمقابۂ جاہلیتِ آیا تھا صرف لغوی مفہوم میں یا محض تکوینی حیثیت سے نہیں بلکہ اصطلاحی اور تشریعی اکائی کی حیثیت سے جلوہ گر ہوا تھا۔ اصطلاحی اور تشریعی مفہوم میں اگر چہ لفظی لغوی رعایت بھی موجود ہے لیکن وہ کوئی متفرق اور مجرد عمل فرمانبرداری، اطاعت، سرِتسلیم خم کرنا ہی نہیں ہے بلکہ ایک جامع نظامِ حیات بہ التزام طاعت، تسلیم و رضا ہے۔ صاحب لسان العرب نے اسلام کی یہ حقیقت صرف ایک ہی جملے میں بہت خوب بیان کر دی ہے: و الاسلام و الاستسلام الانقیاد، و الاسلام من الشریعة اظهار الخضوع و اظهار الشریعة و التزام لما اتیٰ بهٖ النبی صلی الله علیه وسلم۔ (۹۷)''اسلام واستسلام کے معنیٰ ہیں انقیاد واطاعت، اور اصطلاحِ شریعت میں جھک جانے اور اسلامی احکام پر عمل کرنے اور جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے'' اسے مضبوط پکڑے رہنے کا نام ہے۔

اور ظاہر ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ''اسلام'' کے نام پر جو کچھ لے کر آئے وہ ایک پورا دین (عوام الناس کی زبان میں مذہب۔ اگر چہ قرآن نے اس لفظ (مذہب) کو بطور دین کہیں استعمال نہیں کیا) نظام حیات، اور زندگی گذارنے کا طریقہ اور سلیقہ ہے۔ (۹۸) یہ (دین اسلام) ایک پورا کل (اکائی، مجموعہ) ہے جس میں فکر و نظر، عقائد نظریات، ایمانیات، تمام اعمال و افعال، عبادات، معاملات اور اخلاقیات سمیت تمام امور و معاملات شامل ہیں۔ یعنی اسلام تمام معنوں میں ایک مکمل دین اور مذہب ہے۔

اسلامی تاریخ کی رو سے ہادیٔ عالم رسولِ انسانیت حضور سرور کائنات علیہ الف الف تحیات نے دعوتِ اسلام کے آغاز میں توحید باری تعالیٰ، عقیدۂ آخرت اور دوسرے عقائد و ایمانیات کی تعلیم و تلقین پر اکتفا فرمایا، کیونکہ اسلام جس نظریۂ حیات اور فلسفۂ زندگی کو پیش کرتا ہے اس کی بنیاد عقائد و

ایمانیات پر استوار ہے (۹۹) اور تمام عقائد و ایمانیات کا سرچشمہ توحید باری تعالیٰ ہے۔ یہی عقائد اور ایمانیات ابتدائی مکّی زندگی میں تلاوت آیات، تعلیم کتاب اور تزکیۂ نفس و باطن کا مرکز و محور تھے۔ وجہ صاف ظاہر ہے۔ عقائد و ایمانیات انسان کے فکر و نظر کو بدلتے ہیں اس کے دل و دماغ میں تبدیلیاں لاتے ہیں پھر اس کے نتیجے میں جسمانی حرکات و سکنات، اعمال و افعال، رسوم و رواج سب بدلتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ رسول آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام پیغمبرانِ ماسبق کی طرح کارِ تبلیغ کا آغاز توحید سے کیا۔ مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ ایک جگہ کہتے ہیں:

> دنیا میں جس قدر پیغمبر آئے وہ ایک ہی دین اور ایک ہی عقیدہ لے کر آئے، وہی توحید، وہی نبوت وہی عبادت وہی اخلاق، وہی جزا و سزا، اور عمل کی پرسش، اس لحاظ سے انبیاء کی تعلیم میں کوئی اصولی فرق نہیں۔ اس لئے فرمایا کہ شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہ نوحاً. الآیۃ۔ یعنی خدا نے تمہارے لئے وہی دین مشروع کیا جو نوحؑ وغیرہ دوسرے پیغمبروں کو دیا تھا اور اسی کا نام اسلام ہے۔ لیکن انبیاء کی تعلیم کا اہم الاصول اور سب سے ضروری جز توحید ہے اور وہی نبوت کے ساز کا اصلی اور ازلی ترانہ ہے۔ (۱۰۰)

یہ بات مسلّمات میں داخل ہے کہ اسلامی دینی تعلیمات، اوامر و نواہی احکام و قوانین، عبادات، معاملات اور اخلاقیات اور فرائض و واجبات، سب میں ایک خاص ترتیب و تدریج پائی جاتی ہے۔ (۱۰۱) آنحضور ﷺ کے زمانۂ قیام مکّہ میں نزولِ قرآن اور تبلیغ رسالت میں عقائد ایمانیات اخلاقیات کو اولیت حاصل رہی، پنج وقتہ نماز کی فرضیت ہجرت مدینہ سے کچھ ہی پہلے (معراج کے موقع پر) ہوئی۔ رمضان کے روزے ۲ھ میں فرض ہوئے، زکوٰۃ اور حج ۹ھ میں فرض ہوئے۔ ہجرت مدینہ کے بعد دینی، معاشرتی، سیاسی معاشی زندگی میں انقلاب آیا، تہذیب و تمدن کی ترقی، معاشرت و حکومت کی توسیع، اخلاق و آداب کی تدوین ہوئی یہاں تک کہ انفرادی اجتماعی زندگی کا پورا نقشہ بدل گیا اور حجۃ الوداع کے زمانہ تک، ۱۰ھ میں دین اسلام جس کی تعلیم و تبلیغ کا آغاز مکہ مکرمہ میں ہوا تھا اسی سرزمین (میدانِ عرفات مکّہ مکرمہ) میں اس طرح تکمیل کو پہنچا کہ اسی موقع پر حجۃ الوداع میں یہ آیت قرآنی نازل ہوئی: الیوم اکملتُ لکم دینکم ''آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا''۔ (۱۰۲) کون سا دین؟ وہی دین جو مکہ معظمہ میں عقائد و ایمانیات کے باب سے شروع ہوا تھا اور اس دن ۲۳ سال بعد

قرآن اور حدیث وسنت کی تعلیمات میں پوری زندگی کے لائحہ عمل، دستور حیاتِ کی حیثیت سے مکمل ہو رہا تھا اور جس کا عنوان ہے ''اسلام'' اور جس سے اللہ راضی ہوا ورضیت لکم الاسلام دینا (۱۰۲/۱) یہی دین، دین اسلام (انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی، فکر ونظر، عقائد وایمانیات سے لے کر، مادّی روحانی، معاشی معاشرتی، سیاسی ثقافی، انفرادی اجتماعی، عملی اخلاقی تمام معاملات میں رھنمائی کا حامل اور) دین ودنیا کی فوز وفلاح اور کامیابی وکامرانی کا ضامن ہے اور اس کے بارے میں یہ الہامی فیصلہ ہے کہ ان الدین عند الله الاسلام۔ (۱۰۲/۲) اللہ کے نزدیک معتبر دین (نظام حیات) اسلام ہے۔ اور جو اس دین (اسلام) کے علاوہ کسی اور (نظریۂ زندگی) کو معتبر جانے گا اور اپنانا چاہے گا وہ اللہ کے ہاں منظور ومقبول نہ ہوگا (ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ (۱۰۲/۳) یہ دین جزوی اطاعت کا طلبگار نہیں (کہ تؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض (۱۰۲/۴) کا شائبہ پیدا ہو سکے) بلکہ کلّی اطاعت سر تا سر تسلیم ورضا اور پورے کے پورے دین میں داخل ہو جانے کا متقاضی ہے ادخلوا فی السلم کآفۃ (۱۰۲/۵) مولانا سید سلیمان ندوی سیرۃ النبی میں اسلام یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغمبرانہ کام کا جائزہ لیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> عقائد ہوں کہ عبادات اور دعائیں، اخلاق ہوں کہ آداب تمدن، خانگی معاملات ہوں یا لین دین کے کاروبار انسانوں کے ساتھ معاملہ ہو یا خدا کے ساتھ سب مآخذ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمہ گیر تعلیمات ہیں آپ کی ان ہمہ گیر تعلیمات کی کتاب جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے چار ابواب پر منقسم ہے اور ان ہی کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔ (۱۰۳)

لہذا اسلام نا قابل تجزّی ہے۔ اس کا ہر جزو دوسرے جزو سے مربوط، ایک دوسرے میں مدغم، مگر بجائے خود اپنی حیثیت میں متفرد ومتمیّز ہے، اس لئے جزو سے کل اور کل سے جزو مراد لینا عین حقیقت ہے۔ جیسے ایک عمارت کہ اینٹوں ستونوں پر قائم ہوتی ہے اور اجزا سے مربوط ہو کر عمارت کی یکجائی صورت سامنے آجاتی ہے مگر ہر ستون اور ہر اینٹ اپنی جگہ ایک حیثیت بھی رکھتی ہے۔ یا مثلاً ایک بیج پھوٹ کر پہلے تنِ نازک بنتا ہے اور پھر متفرع ہو کر ایک بڑا تناور درخت بن جاتا ہے، گھنا سایہ دار۔ اس لئے بیج درخت ہے اور درخت بیج اور اس کی شاخیں بے شمار۔ ایمان اور اسلام میں بھی گویا یہی تعلق ہے۔ چنانچہ مثلاً اسلام ایک عمارت ہے اور ایمان اس کی پہلی اینٹ، یا اس کا دروازہ، یا وہ ایک گھنیرا درخت جو ایمان (توحید)

کے بیج سے پھوٹا اور شاخ در شاخ بڑھ کر درخت بنا اور زمین وآسمان کی وسعتوں پر پھیل گیا۔ بہر حال چاہے جزو کو کل مانیں یا کل کو جزء، دونوں کے درمیان ربط وتعلق بہر حال غیر منفک وغیر منفصل ہی رہے گا۔قرآن حکیم اور احادیث وآثار میں ان تمثیلات کو بیان کیا گیا ہے۔مثلاً قرآن میں کلمۂ توحید (ایمان) کو کلمةً طيبةً كشجرةٍ طيبةٍ اصلها ثابتٌ و فرعها في السمآء (۱۰۴) سے تعبیر کیا گیا۔اور مشہور حدیث ہے: بُني الاسلام علٰى خمس (۱۰۵) یعنی اسلام (کی عمارت) کی بنیاد پانچ باتوں (ارکان/ ستونوں) پر قائم ہے۔(۱۰۶) اور یہ بھی فرمان نبوی ﷺ ہے کہ: الايـمـانُ بِـضْـعٌ و ستّون شُعبة و الحياءُ شعبةٌ مِن الايمان (۱۰۷) ''ایمان ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں (رکھتا) ہے اور حیاء (بھی) ایمان کی (شاخوں میں سے) ایک شاخ ہے۔(۱۰۸)

اسلام بطور اصطلاح معنیٰ ومفہوم میں جامعیت رکھتا ہے۔ یہ زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی اور پورے دین (کی تمام تعلیمات کا) عکاس ہے اور کلّی نظریۂ حیات کا نمائندہ ہے جس میں فکر ونظر، علم وعمل، اقرار باللسان، تصدیق بالجنان سے لیکن تمام امور ومعاملات انسانی داخل ہیں جس کا عمومی منظر صحیح بخاری کی کتاب الایمان سے ہی واضح ہوجاتا ہے۔(۱۰۹) خصوصاً حدیث جبرئیلؑ سے (۱۱۰) جس میں ایمان، اسلام، احسان اور علامات قیامت کا بیان استفسار کے پیرایہ میں اور پھر ان کا جواب دہن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اس تصریح کے ساتھ مذکور ہے کہ: هـذا جبـريـلُ جـآءَ يُعَلِّم النّاسَ دينهم ۔ (۱۱۱) نیز عنوان باب میں ہی یہ الفاظ خاص ہیں: فَـجَـعَـل ذٰلِـكَ كُـلَّهُ دينا و مابين النّبی صلی الله عليه وسلم لوفدِ عبد القيس من الايمان و قوله تعالیٰ: و من يبتغ غير الاسلام ديناً فلن يقبل منه ۔ (۱۱۲) یہ حدیث جبرئیل'، صحیح بخاری کی ایک اردو شرح کے مطابق ''بہت عظیم الشان حدیث ہے۔

قرطبی نے کہا یَـصلح انْ يُقالَ لهٗ امّ السنة یعنی جس طرح تمام قرآن مجید کا نچوڑ اور خلاصہ سورۂ فاتحہ ہے اسی لئے سورۂ فاتحہ کا نام ام القرآن رکھا گیا ہے اسی طرح تمام احادیث کا خلاصہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس سالہ زندگی کا نچوڑ اس حدیث میں ہے۔قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تمام عباداتِ ظاہری وباطنی اور ایسے امور پر مشتمل ہے جو ایمان سے متعلق ہیں اور ان امور کا بھی اس میں بیان ہے جو اعمال، جوارح، اخلاص سرائر اور آفاتِ اعمال کے تحفظ سے تعلق رکھتے ہیں۔حتّٰی اَنَّ عـلـمَ الشَّـريـعة كلّها راجعةٌ اليه و مُتَشَعِّبةٌ منه (۱۱۲/۱) یہاں تک کہ شریعت کے تمام کے تمام علوم اس کی طرف راجع ہیں اور سب اسی سے شاخ در شاخ بن کر نکلتے ہیں (چنانچہ) اس حدیث (جبرئیل) کا اگر ''ام

السنہ'' نام رکھا جائے تو لائق ہے کیونکہ ذخیرۂ احادیث کے مضامین علی الاجمال والاختصار اس حدیث میں موجود ہیں''(۱۱۳)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے مطابق ''بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر شریف میں یہ واقعہ (آمد حضرت جبریلؑ اور استفسارات در حدیثِ جبریلؑ) پیش آیا تھا۔ آخری عمر سے مراد حجۃ الوداع کے بعد جو آپ کی عمر شریف میں تین مہینہ کا عرصہ رہ گیا تھا، اس میں یہ واقعہ ہوا۔ قال ابن حجرؒ، اور یہ بات معقول بھی ہے کیونکہ تیئیس برس میں دین نجماً نجماً اترتا رہا یہاں تک کہ حجۃ الوداع میں مکمل ہوا۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے ''یوم عرفہ'' میں یہ آیت نازل ہوئی: الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیتُ لکم الاسلام دینا (مائدہ:۳۳) تو ظاہر ہے کہ یہ خلاصہ نکالنا تکمیل دین کے بعد ہی ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تمام شریعت کا خلاصہ بیان فرمادیا کیونکہ ایمان جملہ ابوابِ عقائد کا خلاصہ ہے اور اسلام ابواب فقہیہ، عبادات واعمال کا خلاصہ ہے اور احسان تمام ابوابِ سلوک و تصوف وتزکیۂ نفس کا خلاصہ ہے۔ اس طرح یہ حدیث (جبریلؑ) حاوی ہے مقاصد دینیہ پر اور یہ ایک اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان وانعام ہے کہ وہ جس جبریل علیہ السلام کے توسط سے تیئیس سال تک دین کو نازل کرتا رہا اخیر میں ان ہی کے ذریعہ اس دین کا خلاصہ بھی بیان کرادیا''۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا: ھذا جبریل جاء یُعَلّمُ الناسَ دِیْنَھُمْ یہ جبریل تھے جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے''۔ اس سے یہی مراد ہے کہ سوال وجواب سے تمہیں دین کا خلاصہ معلوم ہوجائے''(۱۱۴)

مندرجہ بالا تفصیلات سے نہ صرف یہ کہ ہمارے اس اجمالی بیان کی وضاحت ہوجاتی ہے جو اس بحث کی ابتدا میں پیش کیا جاچکا ہے بلکہ مزید موکد ہوجاتا ہے اصطلاحاً اسلام میں بطور دین ایسی جامعیت ومعنویت پائی جاتی ہے کہ عقائد وایمانیات کے اقرار زبانی وتصدیق قلبی، بہ آغاز کلمۂ اسلام: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور کلمۂ شہادت: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ و اشھد ان محمدا عبدہٗ و رسولہٗ سے لے کر تمام باطنی وظاہری اعمال بشمول عبادات صلوٰۃ زکوٰۃ، صوم، حج جملہ اوامر ونواہی (از روئے کتاب وسنت) کے اتباع یا حسب تقاضہ اجتناب کے تقاضوں پر حاوی ہے، یعنی انسانی زندگی کے وہ تمام انفرادی واجتماعی شعبے جوا سے دنیوی۔ اخروی راہ صواب اور فلاح وکامرانی عطا کرسکتے ہیں۔

اس اعتبار سے اسلام اور شرع ہم معنیٰ قرار پاتے ہیں (معنی ھذا ان الشریعۃ مرادفۃ

للدین (۱۱۵) اور مشہور کتاب ''کشاف اصطلاحات الفنون کے مطابق: والشریعة کذالک ایضاً و شرعاً ماشرع اللہ تعالیٰ لعبادہٖ من الاحکام التی جاء بھا نبی من الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم و علیٰ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم سواء کانت متعلقة بکیفیة عمل و تسمیٰ فرعیة و عملیة و دوّن لھا علم الفقہ او بکیفیة الاعتقاد و تسمّٰی اصلیة و اعتقادیة و دوّن لھا علم الکلام و یسمی الشرع ایضاً بالدّین و الملّة فان تلک الاحکام من حیث انھا تطاع لھادین ومن حیث انھا تملی و تکتب ملة و من حیث انھا مشروعة شرع (۱۱۶) عبارت اسلام کی اس مختصر ترین تعریف سے ہم آہنگ ہے جو ہم آغاز فصل میں لسان العرب کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں: اظھار الخضوع و اظھار الشریعة و التزام لما اتیٰ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۱۱۷) ''جو کچھ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم لے کر آئے اس پر عمل کرنے اور اسے مضبوط پکڑے رہنے کا نام اسلام ہے''۔ اور تقریباً اسی مضمون پر مشتمل اردو لغت میں درج اسلام کی تعریف مندرج ہے: ''مسلمانوں کا مذہب حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیش کیا ہوا دین جس کی بنیاد قرآن پاک اور سنت رسول پر ہے''۔ (۱۱۸) شرع کی تعریف میں امام راغب نے حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے: الشرعة ماورد بہ القرآن و المنھاج ماورد بہ السنة (۱۱۹) (شرع وہ راستہ جو قرآن نے بیان کر دیا اور منھاج وہ ہے جسے سنت نے بیان کیا ہے)۔ علامہ شاطبی نے اپنی کتاب ''الموافقات فی اصول الشریعۃ'' میں شریعت اور فقہ کا فرق واضح کرتے ہوئے لکھا ہے ان معنی الشریعة انھا تحد للمکلفین حدود فی افعالھم و اقوالھم و اعتقاداتھم وھو جملة ماتضمنة (۱۲۰)'' اور علامۃ الامام طحاوی، م ۳۲۱ھ نے اسلام اور شرع دونوں کو ہم آہنگ کرتے ہوئے جو لکھا ہے اس کا مفہوم یہ ہے: ''اسلام وہ (دین) ہے جسے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے (اپنی سنت جاریہ کے مطابق) بندوں کے لئے مشروع کیا ہے۔ اس کے اصول وفروع (ہمیشہ سے تمام انبیاء) ورسل سے متوارث چلے آرہے ہیں اور بہ حد کمال ظاہر و واضح ہیں۔ (یہاں تک) کہ ان کی تمیز اور پہچان ہر چھوٹے بڑے، زبان آور اور گونگے، عقلمند اور بے وقوف، (غرض) ہر ایک کے لئے ممکن ہے اور کوئی بھی (شخص) ذرا سی دیر میں (بأ قصر زمان) وہ (محض) ایک کلمہ کا اقرار کرکے (دائرۂ) اسلام میں داخل بھی ہوسکتا ہے۔ اور اس سے بھی کم وقت میں وہ اس (دائرۂ اسلام) سے خارج بھی ہوسکتا ہے (وانہ یقع الخروج منہ باسرع من ذلک) اگر وہ (کلمۂ اسلام) سے منکر ہوجائے یا اللہ کے قول میں شک کرے یا اس میں شک وشبہ سمجھے جو اللہ نے

(قرآن) نازل کیا ہے یا پھر سرے سے اللہ کا ہی انکار کردے (یا اس کے وجود میں) شک کر کے یا اسی معنیٰ و مفہوم کی دوسری باتیں کر گذرے'' (۱۲۱)

مختصر یہ کہ رہبر اعظم، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نجات دہندۂ انسانیت بن کر جو حیات آفریں پیغام لائے، اور جاہلیت مٹا کر انسانی زندگی کی راہوں کو روشن کرنے کے لئے جو ضابطہ، قانون، نظامِ فکر و عمل، پیش فرمایا اور اپنے اسوۂ حسنہ سے ہدایت ربانی اور دین حق کی جو سوغات عطاء فرمائی وہ اسلام ہے۔ اسلام ایک مکمل دستور حیات کی حیثیت سے، اپنے تمام جزو وکل کے ساتھ جس میں نہ ایمان و اسلام کا فرق ہے نہ قول و عمل کا، نہ دین و دنیا کی مغائرت ہے، نہ ظاہر و باطن کا بُعد، نہ داخل و خارج کی دوری ہے کل کا کل اسلام، اسلام، ایمان، احسان سب شامل و مدغم، ہر جہت سے اطاعت و انقیاد اور تسلیم و رضا کا انعکاس، اسی دین کی طرف آپ نے دعوت دی اور اسی دین کو دوسرے ادیان پر غالب کرنے پر مامور فرمائے گئے تھے: ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلّہٖ. (۱۲۲) اسی دین کی فتح و نصرت کا (اپنے دعوتی و تبلیغی مشن کی تکمیل پر) مژدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا گیا: اذا جاء نصر اللہ والفتح و رایتَ الناس یدخلونَ فی دین اللہ افواجا (۱۲۳) اسی دین کی حقانیت، قطعیت و صداقت کا صریح اعلان خود رب کائنات نے فرمایا: اِن الدین عند اللہِ الاسلام (۱۲۴) اور اس کے سوا ہر دین، ہر مذہب، اللہ کے ہاں نامنظور و نامقبول ہے: و من یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ۔ (۱۲۵)

اسلام کی نوعیت و خصائص:

اپنے مطالعے کے آخر میں تکرار و طوالت سے بچتے ہوئے کچھ گفتگو اسلام و خصائص اسلام کے بارے میں مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل نکات قابل لحاظ ہیں۔

۱۔ اپنی نوعیت و ماہیت میں جیسا کہ پہلے بھی آچکا ہے، اسلام ایک دین ہے، یہ بھی مسلمہ ہے کہ اسلام منزل من اللہ ہے اور ابتدائے آفرینش میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر زمانہ رسالت مآب ﷺ تک تمام انبیاء و رسل اسی دین (اسلام) کی تبلیغ و ترسیل کے لئے مبعوث کئے گئے تھے۔ سورہ آل عمران کی آیت ۱۹ جو پہلے کئی بار نقل ہو چکی یعنی اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام کے فرمان میں دین اسلام کا یہ تسلسل بھی مترشح ہے کہ دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے جو وقتاً فوقتاً بندگان خدا تک پہنچتا رہا تا آنکہ سید

المرسلین بھی اسی کے علمبردار تھے (۱۲۶)۔آیت اس بات پر بھی دلالت کررہی ہے کہ اللہ کا عطا کردہ، اس کا منظور کردہ اور حقیقی معیاری دین صرف اسلام ہے اور صرف وہی اللہ کے نزدیک قابل قبول ہے۔اس کی مزید وضاحت اور توثیق آل عمران، ۸۵ سے بھی ہوجاتی ہے یعنی وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ O (۱۲۷) یہ تصریح بجائے خود اس بات کو مستلزم ہے کہ اسلام کے علاوہ بھی دنیا میں انسانوں کے ہاں ہمیشہ سے مختلف دوسرے ادیان بھی متداول رہے ہیں۔گویا دنیا میں، حقیقت نفس الامری میں دوسرے بہت سے ادیان باطلہ کی موجودگی کے باوجود، اللہ کی بارگاہ میں حقیقی دین صرف اسلام ہے۔

۲۔محولہ بالا آیات میں اسلام کو بطور جنس دین پیش کیا گیا، اس حوالے سے تمام انبیاء ورسل کا دین یہی ایک اسلام ہے۔لیکن قرآن کی لطافت بیان ملاحظہ کیجئے کہ جب حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ و التسلیمات کو اسلام بطور تبلیغی مشن کے سپرد کیا گیا تو اسے ''دین حق'' سے تعبیر کیا گیا (۱۲۸)۔چنانچہ قرآن کریم کے ان تینوں مقامات پر جہاں جہاں حضور اکرم ﷺ کے مقصد بعثت اور کار رسالت مآب کی حیثیت سے ذکر ہے یعنی سورۂ توبہ (۳۳)، سورۂ فتح (۲۸)، اور سورۂ صف (۹) میں وہاں عبارت یکساں ہے: هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ (۱۲۹)''وہی اللہ جس نے اپنے رسول کو بھیجا ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ اس (اسلام) کو دوسرے تمام ادیان (باطلہ) پر غالب کردے'' چنانچہ اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ''دین حق'' ہے جب کہ دنیا میں پائے جانے والے دوسرے تمام دین/ادیان اس کے برعکس ادیان باطلہ ہیں مثلاً کفر و شرک، بت پرستی، یہودیت، نصرانیت، مجوسیت، مزدکیت، زرتشتیت، بدھ مت، ہندومت، وغیرہ جو اپنی اپنی جگہ الگ طرز حیات، نظام زندگی اور رویہ وفکر ونظر کی نمائندگی کرتے ہیں۔

۳۔اپنے نام اور عنوان میں اسلام لفظاً و معناً دراصل ایک رویہ، فعل، عمل یعنی طاعت و فرمانبرداری کی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے اسے نہ کسی ظرف زمان ومکان سے نسبت حاصل ہے نہ کسی تشخص ذاتی وصفاتی کا حامل ہے۔لہٰذا اسے کسی پہلو سے ''محمدن ازم'' Mohammadanism قرار نہیں دیا جاسکتا جیسا کہ مستشرقین اور مغربی ویورپی مصنفین کا وطیرہ ہے۔کوئی شخص، فرد، قبیلہ، گروہ وغیرہ اسلام کا بانی نہیں ہے۔جس طرح دنیا کے دوسرے ادیان باطلہ اپنے بانی، گرو، موجد، شارع سے منسوب کئے جاتے ہیں۔

۴۔ اسلام کا اصل ماخذ اور بنیاد ''وحی'' ہے، وحی بے خطا، وسیع ولامحدود، یقینی قطعی علم کا ذریعہ ہے، جس میں کسی نقص، کمی، کجی، غلطی کا کوئی امکان نہیں۔ وحی کا عطا کردہ علم ہر چیز پر حاوی، ہر لحاظ سے کامل ومکمل اور زمان ومکان، وقت، فاصلے کی حدود وقیود سے ماوراء ہے، اس کے مقابلے میں ادیان باطلہ کی بنیاد وہم، قیاس، گمان پر مبنی حواس خمسہ، عقل، وجدان، خواب، الہام، تخمین وظن کے نتیجے میں ہونے والے ناقص علم، محدود فکری ونظری دائرہ، غیر یقینی معلومات، ناکافی اطلاعات کے نتیجے میں حاصل ہونے والی رہنمائی کی مرہون منت ہے جو زندگی کو بے راہ روی سے آلودہ کرتی ہے۔ جب کہ وحی سے متمتع دین زندگی کی سنگین حقیقتوں میں کامیابی وکامرانی اور صلاح وفلاح عطا کرتا ہے۔

۵۔ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے بہ ایں معنیٰ کہ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ فکر ونظر، عقیدہ و ایمان، عبادات، اعمال، رسوم وآداب، سیاست ومعاشرت، معاش ومعاد، سلوک ومعرفت، تصوف و طریقت، اخلاق وتہذیب، تمدن وثقافت، ایسا نہیں ہے جو اس کی ہدایت سے خالی ہو۔ روح وجسم، ظاہر و باطن کا ہر معاملہ اس کے موضوع میں داخل ہے۔ کتاب وسنت میں ہر خشک وتر کا بیان موجود اور ہر قسم کے نفع نقصان کی صراحت کردی گئی۔ خیر وشر کا معیار مقرر کردیا گیا، کامیابی وناکامی کا راز بتادیا گیا اور اس دنیا کی فانی زندگی میں اور آخرت میں آنے والی ہمیشہ کی زندگی میں فلاح وکامرانی کا نصاب واضح کردیا گیا تاکہ آدمی اختیار وارادہ سے کام لے کر اپنی پسند کی راہ خود منتخب کرلے کہ اس معاملے میں وہ آزاد ہے (۷۶:۳) البتہ اپنے عمل کا وہ خود ذمہ دار ہے اور انفرادی طور پر خود ہی جواب دہ ہے۔ اسلام صرف چند مراسم عبادت (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) اور پوجا پاٹ پر منحصر نہیں بلکہ زندگی کی ہر مصروفیت میں اللہ کی عبادت وبندگی اور اطاعت شعاری کی اصل ہے۔

۶۔ اسلام کی پیش کردہ تمام تعلیمات سادہ، آسان، مبنی برعقل اور قابل عمل ہیں (۱۳۰)۔ پیچیدہ باتیں، دور ازکار خیالات، توہمات، دیو مالائی کہانیاں (My thology) اس میں نہیں پائی جاتیں۔ اسلام دنیا اور اس کی زندگی سے فرار کا قائل نہیں، رہبانیت جو عیسائیت میں ایجاد کرلی گئی (۵۷:۲۷) اور مصنوعی تقویٰ وطہارت سکھاتی ہے وہ اسلام میں نہیں۔ اسلام ہنگامۂ زندگی میں رہتے ہوئے راہ صواب دکھاتا ہے۔ اور عین دنیا کو عین دین بنادیتا ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بودن ۔۔۔ نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

۷۔ اسلام انسان کو اس بنیادی فکر سے آشنا کرتا ہے کہ یہ پوری کائنات، زمین وآسمان اور ان

کے درمیان جو کچھ ہے، اور جوان سب سے ماوراء ہماری آنکھوں سے اوجھل، ہمارے ادراک سے دور، پردہ غیب میں (Beyond human perception) واقع ہے، سب کا خالق و مالک اللہ رب العالمین ہے، اس نے یہ سب کچھ بے کار و بے مقصد پیدا نہیں کیا (مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً) اس پورے سیٹ اپ میں انسان کی حیثیت رب کائنات کے خلیفہ اور نائب کی ہے (۳۰:۲) وہ ایک ذمہ دار مخلوق ہے اور صاحب اختیار ہے۔ یہ جانچنے کے لئے کہ کون کون اپنی ذمہ داریوں کو بہتر طریقے سے انجام دیتا ہے لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً (۲:۶۷) اور مقصد حیات وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْن (۵۶:۵۱) کی تکمیل میں لگا ہوا ہے۔ جسم و جان کی تمام صلاحیتوں کے ساتھ، انہیں بھرپور استعمال کرتے ہوئے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَهَا (۲۸۶:۲) کسی کھوٹ اور بدنیتی کے بغیر سراسر اخلاص و احتیاط کے ساتھ (۱۳۱) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (۸۷:۱۴)۔

۸۔ اسلام حسن و توازن کا مجموعہ ہے، حسن توازن و تناسب سے ہی پیدا ہوتا ہے اور توازن و تناسب کا نتیجہ حسن کے سوا کچھ نہیں، اسلام میں عقائد و ایمانیات مبالغہ آرائی سے الگ، افراط و تفریط سے محفوظ ہیں، عبادات و معاملات، اعتدال و تناسب کے متقاضی اور تمام افعال و اعمال انتہا پسندی سے دور ہیں۔ دین اسلام میں ہر جگہ ہر معاملہ میں عدل و قسط کی فرمانروائی ہے بین الغلو و التقصیر، بین التشبیہ و التعطیل، بین الجبر و القدر، بین الامن و الباس (۱۳۲) بیک وقت دین و دنیا دونوں میں کامیابی جس کی تمنا اور دعا قرآن میں منقول ہے رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً۔ (۲۰۱:۲)

۹۔ اسلام دین فلاح و سعادت ہے، اس کی تعلیمات اور اس کا پیش کردہ نظام فرد اور جماعت دونوں کی فلاح و سعادت اور خیر و صلاح کی ضمانت ہے، اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، نظام یکفل سعادۃ الفرد والجماعۃ فی الدنیا و الآخرۃ۔ (۱۳۳) ہر فرد جسم و روح کا مجموعہ ہے، جسم کی ضروریات بھی ہیں اور روح کی بھی ضروریات، دونوں کی ضروریات کی تکمیل اور حقوق و فرائض کا اسلام تعین اس طرح کرتا ہے کہ وہ حظ جسمانی بھی حاصل کرسکتا ہے اور کیف و تسکین روحانی بھی، جس طرح فرد کی ایک شخصیت ہوتی ہے اسی طرح معاشرہ اور اجتماع بھی ایک شخصیت رکھتا ہے، دونوں قسم کی شخصیات اپنی احتیاجات کی تکمیل اور شرف آدمیت و انسانیت کا حصول نظام اسلام کی تعمیل سے ہی ممکن ہے، یہ تحصیل و تکمیل نہ صرف یہ کہ آدمی کو دنیا میں کامیابی و کامرانی عطا کرتی ہے بلکہ آخرت میں بھی اس کے لئے فلاح و سعادت مندی کی موجب ہے (۱۳۴)۔

اسناد و حواشی

۱۔ هدايتُ (هدى يهدى هُدىً وهَدْياً وهديةً و هدايةً) کے لفظی لغوی معنیٰ ہیں رہنمائی کرنا الهدیٰ الرشاد و الدلالة ۔ مذکر و مؤنث دونوں طرح مستعمل (مختار الصحاح، مصطفیٰ البابی الحلبی ۔ مصر ۔ طبع ثالث ص ۷۱۸) امام راغب کے نزدیک الھدایۃ کے اصل معنیٰ لطف و کرم کے ساتھ کسی کی رہنمائی کرنا (المفردات فی غریب القرآن ۔ مصطفیٰ البابی الحلبی ۔ مصر ۱۹۶۱ء ۔ ص ۵۳۸) ھُدیٰ کے بنیادی معنی نمایاں اور روشن ہونا، آگے آگے ہونا اور دوسروں کے آگے آگے چلنا ۔ چنانچہ روشن ہونے کی وجہ سے ان کو ھدیً کہا جاتا ہے اور ھَادیۃٌ اس ابھری ہوئی چٹان کو کہتے ہیں جو پانی میں دور سے نظر آ جائے ۔ چنانچہ لسان العرب کے مطابق ہر وہ چیز جو آگے ہو، نکلی ہوئی ہو، ھاد اور ھادی کی مصداق ہوگی (چنانچہ) ھاد گردن کو بھی کہتے ہیں وہ آگے (اوپر) نکلی ہوئی ہوتی ہے جس کی جمع ھواد ہے ۔ ابن منظور الافریقی المصری الانصاری ۔ لسان العرب ۔ بولاق مصر ۱۳۰۷ھ ج ۱۹ ص ۳۳۲) اور الھدیٰ کے ایک معنی اخراج شئی الی شئی اور اس طرح الھدی کے ایک معنی اطاعت اور ورع و پاکیزگی کے بھی ہیں اور الهديى الهادى فى قوله عزوجل: او اجد على النار هدى الطريق يسمّيى هدىً ۔ (ایضاً ص ۳۳۱)

۲۔ سورۂ طٰہٰ (۵۰) معناه خلق كل شىء على الهيئة التى ينتفع و التى هى اصلح الخلق ثم هداه المعيشة وقيل هداه لموضع مايكون منه الولد و الاوّل ابين و اوضح و قد هُدِىَ فاهتدىٰ. (لسان ج ۱۹ ص ۳۱۹)

۳۔ ترجمہ شیخ الھند کے فوائد میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تحریر کیا ہے: ''یعنی ہر چیز کو اس کی استعداد کے موافق شکل صورت، قویٰ، خواص وغیرہ عنایت فرمائے اور کمال حکمت سے جیسا بنانا چاہئے تھا بنایا پھر مخلوقات میں سے ہر چیز کے وجود و بقاء کے لئے جن سامانوں کی ضرورت تھی مہیا کر کے ہر چیز کو اپنی مادی ساخت اور روحانی قوتوں اور خارجی سامانوں سے کام لینے کی راہ سجھائی پھر ایسے محکم نظم دکھلا کر ہم کو بھی ہدایت کردی کہ مصنوعات کے وجود سے صانع کے وجود پر کس طرح استدلال کرنا چاہئے (حاشیہ عثمانی ص ۴۲۰ مطبوعہ مجمع الملک فہد للطباعۃ والنشر المصحف ۔ مدینہ منورہ)

۴۔ سورۃ الاعلیٰ (۲،۳) مولانا ابوالکلام آزاد نے تفسیر سورۂ فاتحہ تفسیر ام القرآن کے ضمن میں لکھا ہے کہ ہدایت کے معنیٰ راہ دکھانے، راہ پر لگانے، رہنمائی کرنے کے ہیں اور اس کے مختلف مراتب اور اقسام ہیں ۔ (مولانا ابوالکلام آزاد ۔ ترجمان القرآن ۔ سندھ ساگر اکادمی ۔ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۱۲۱) پھر آگے چل کر تکوین وجود کے چار مراتب (۱۔ تخلیق، ۲۔ تسویہ، ۳۔ تقدیر، اور ۴۔ ہدایت) بیان کرتے ہوئے سورہ الاعلیٰ کی اسی (آیت ۲،۳) سے استدلال کرتے ہوئے یہ ترجمہ کرتے ہیں'' وہ

پروردگار عالم جس نے پیدا کیا پھر اسے ٹھیک ٹھیک درست کر دیا، اور جس نے ہر وجود کے لئے ایک اندازہ ٹھہرا دیا پھر اس پر راہِ (عمل) کھول دی''۔ (ایضاً ص۱۲۴)

۵۔ ملاحظہ ہو: البقرہ (آیات ۲۲، ۲۹، ۲۱۱) ابراھیم (۳۲ تا ۳۴) الاعراف (۵۴)، النحل (۳ تا ۱۸) وغیرہ، نیز دیکھئے: الرعد (۲ تا ۴)، الحج (۶۵، ۶۶) الروم (۲۰) الجاثیہ (۱۲، ۱۳) وغیرہ

۶۔ لقمان (۲۰) ابراہیم (۳۴)

۷۔ البقرہ (۳۸) علامہ راغب نے المفردات میں لکھا ہے: الھدی اور ھدایۃ اگرچہ لغۃً ہم معنی ہیں لیکن قرآن نے ھُدیً کا لفظ خاص طور پر ہدایت الٰہی کے لئے استعمال کیا ہے اور کسی انسان کی طرف اس کی نسبت نہیں کی (اردو ترجمہ ص ۱۰۱۱) تفسیر ابن عباس میں اس آیت کے تحت لفظ ھدیٰ کے مفہوم میں کتاب اور رسول دونوں بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ علاّمہ فیروزآبادی لکھتے ہیں: (ھدیً) کتاب و رسول (فمن اتبع ھدیٰ) الکتاب و الرسول'' (تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس۔ لابی طاھر محمد یعقوب الفیروزآبادی۔ مصر۔ الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۰ھ ص ۶) ہدایت کے لئے کتاب و رسول کا تلازم قرآن حکیم میں اکثر مقامات پر مختلف پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے مثلاً دیکھئے: البقرۃ (۵۳، ۸۷، ۲۱۳) آل عمران (۳، ۷۹، ۸۱) النسآء (۱۰۵) المائدہ (۴۸)، النحل (۶۴)، مؤمنون (۴۹) الزمر (۲)، الحدید (۲۵ تا ۲۷) وغیرہ وغیرہ [اور سورۂ قصص میں یہ تصریح ہے کہ یہ سلسلۂ ہدایت اتمام حجت کے لئے بھی قائم کیا گیا (ربنا لو لا ارسلت الینا رسولاً فنتبع اٰیٰتک و نکونَ من المؤمنین: ۴۷)]

۸۔ البقرہ (۱۲۰) لسان العرب میں ہے: قال ابو اسحاق قوله عزوجل قل ان هدی الله هو الهدی ای الصراط الذی دعا الیه هو طریق الحق و قوله تعالیٰ ان علینا للهُدیٰ ای ان علینا ان نبیّن طریق الهدی من طریق الضلال وقد هداه هُدیً و هدیاً و هدایةً و هدیة و هداه الّدین هدیً و هداه یهدیه فی الدین هدیً وقال قتادة فی قوله عزوجل: واما ثمود فهدینا هم ای بیّنا لهم طریق الهدی و طریق الضلالة فاستحبوا ای آثروا الضلالة علیٰ الهدیٰ (ج ۱۹ ص ۳۲۹)

۸/ا۔ الیل: ۱۲

۹۔ ہر زمانۂ تاریخ اور ہر گروہ انسانیت کے لئے ہدایت کا ربّانی انتظام ہمیشہ کیا جاتا رہا، چنانچہ فرمایا گیا: و ان من امة اِلّا خلافیها نذیر (الفاطر ۲۴) اور فرمایا: انما انت منذر و لکل قوم هاد (رعد: ۷)

۱۰۔ الحدید: (۲۵ تا ۲۷) کتاب و رسول کا یہ سلسلہ ابتدائے آفرینش سے برابر جاری رہا یہاں تک کہ حضرت ابراہیم اور ان کی ذریّت میں بھی جاری و ساری رہا (اور آنحضور سے پہلے) حضرت عیسیٰؑ تک (ہدایات کے) یہ دونوں سرچشمے چمنستان دہر کو سیراب کر رہے تھے۔ مزید ملاحظہ ہو: الانعام (۸۹، ۹۰) المائدہ (۴۶، ۴۷)

۱۱۔ الھدی ضد الضلال (ابن منظور الافریقی۔ ج ۱۹ ص ۳۲۸) قرآن میں بے شمار مقامات پر ہدایت و ضلالت کا بیان صفت تضاد سے مرصع ہے مثلاً: البقرہ (۱۶، ۲۷، التوبہ (۱۱۵)، الرعد (۲۷)، ابراھیم (۴)، نیز (۹۲۷، النحل ۳۶، ۳۷، ۹۳) الاعراف (۳۰)، فاطر (۸)، المدثر (۳۱) وغیرہ۔

۱۲۔ الزمر (۴۱)،

۱۳۔ ھی الحال التی کانت علیھا العرب قبل الاسلام من الجھل باللہ ورسولہ و الشرائع الدین و لمفاخرۃ بالانساب و الکبر و التجبر و غیر ذلک (ابن منظور الافریقی المصری ۲/ ۱۱۷ لسان العرب۔ نشر ادب الموزہ قم ایران ۱۴۰۵ھ ج ۱۱ ص ۱۳۰)

۱۴۔ فتر، فَترۃ کے لفظی لغوی معنیٰ ضُعف کمزوری، 'فتور' انکسار وزوال لیکن اصطلاحی معنی میں دو پیغمبروں کے درمیان کا (خالی) زمانہ (مابین الرسولین من رسل اللہ عزوجل) مختار الصحاح (ص ۵۱۵) تھامس پیٹرک HUGES کی کتاب Dictionary of Islam (مطبوعہ روپا اینڈ کمپنی۔ دہلی ۱۹۹۳ء میں ایک معنی (۲) غیاث اللغات کے حوالے سے یہی بیان کئے گئے ہیں یعنی ''ایک رسول کی غیابت اور دوسرے رسول کی آمد وظہور کے درمیان وقفہ فترہ کا لفظی ترجمہ LANGUOR یا INTERMISSION کیا ہے۔ (ص ۱۲۷)۔ دور فترت ظاہر ہے کئی صدیوں پر محیط ہے جبکہ سلسلۂ نبوت و رسالت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی تھی اسکو بھی چھ سو سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا تھا اور بطور خاص جزیرہ نمائے عرب کے حوالے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد ہدایت خداوندی کا خلا تھا اور دین و شریعت سے دوری اور محرومی نے ضلالت و جہالت کو اور گہرا کر دیا تھا۔

۱۵۔ الروم (۴۱) لفظ ''فساد'' اپنی مختلف شکلوں اور حوالوں سے قرآن میں تقریباً ۵۰ مقامات پر وارد ہوا ہے۔ یہ ایک جامع اصطلاح کی حیثیت رکھتا ہے حرث ونسل کی تباہی (بقرہ ۲۰۵) ناپ تول میں کمی،، ڈنڈی مارنا (اعراف ۸۵)، محنت کا معاوضہ نہ دینا اور حق تلفی (شعراء ۱۸۱۔۱۸۳) معاشرتی گڑ بڑ پھیلانا (القصص: ۷۷) بے دینی وارتداد (المؤمن: ۲۲) سرکشی وطغیان (الفجر: ۱۲) اور لوگوں کے کالے کرتوت کے نتیجے میں بننے والی فضا (الروم: ۴۱) وغیرہ کی طرف جو اشارے ہیں اس سے آگے بڑھ کر پوری تباہی، ہلاکت و بربادی کی بھی نشاندہی ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۃ الانبیاء میں دلائل توحید کے ضمن میں بتایا گیا کہ لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا (۲۲) اگر زمین وآسمان میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود برحق ہوتا تو یہ زمین وآسمان (کا سب کچھ) درہم برہم ہو جاتا۔ اور سورۂ بقرہ میں، جہاں انسان کی خلافتِ ارضی کا ذکر مذکور ہے، ملائکہ انسانی سرشت میں خرابیوں کا عنوان اسی کو قرار دیتے ہیں ''مــن یفسد فیھا (جو زمین میں فساد برپا کرے گا) اور پھر (شاید اسکا نتیجہ مزید خرابی و بربادی، کشت وخون کی صورت میں ظاہر ہوگا) ویَسفِکُ الدماء (البقرہ: ۳۰) صحیح لغات القرآن

مؤلف مولانا محمد شہید الدین (مطبوعہ نور محمد اصح المطابع ۔ کراچی ۔ ف ان) میں ہے فسـاد: خرابی، تباہ کرنا ۔ (ص ۲۰۶) فساد صلاح کی ضد اور عکس ہے (الصلاح ضدّ الفساد ۔ مختار الصحاح ص ۳۹۱)

۱۶۔ آل عمران (۱۰۳)

۱۷۔ المائدہ (۱۵)

۱۸۔ سورۂ ابراہیم (۱)

۱/۱۸۔ نساء: ۷۹)

۱۹۔ الانبیاء (۱۰۷)

۲۰۔ آل عمران (۱۶۴)

۱/۲۰۔ مائدہ، ۳

۲/۲۰۔ زمر، (۶۹)

۲۱۔ ابن منظور الافریقی ۔ لسان العرب ۔ (بولاق مصر ۱۳۰۳ھ) میں ہے السلم والسلم ...... یفتح ویکسر یذکر و یونث (ج ۱۵ ص ۱۸) مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: ابن درید ۔ جمہرۃ اللغۃ ۔ (دائرۃ المعارف عثمانیہ ۔ دکن ۱۳۴۵ھ) ج ۳ ص ۴۹ ۔

۲۲۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: لسان العرب (ج ۱۵ ص ۱۸۵ ۔ ۱۸۷)، تاج العروس الزبیدی ۔ المطبعۃ الخیریہ م ۱۳۰۶ھ (ج ۸ ص ۳۳۷) القاموس المحیط ۔ الفیر وز آبادی (مصر ۱۳۴۴ھ طبع دوم ج ۴ ص ۱۲۹، اساس البلاغۃ ۔ زمخشری (قاھرہ ۔ طبع اوّل ۱۳۷۳ھ ۔ ص ۲۱۸) لغات القرآن (عبد الرشید نعمانی ۔ دہلی ۱۹۴۸ء ج ۳ ص ۱۲۶) جامع العلوم الملقب بہ دستور العلماء (قاضی عبد النبی ۔ دکن طبع اوّل ۔ ج ۱ ص ۱۸۰) وغیرہ

۲۳۔ لسان ج ۱۵ ص ۱۸۷

۲۴۔ ایضا ص ۱۸۵

۲۵۔ تاج العروس (ج ۸ ص ۳۳۷)

۲۶۔ ایضاج

۲۷۔ لسان (ج ج ۱۶ ص ۱۸۵) تاج العروس (ج ۸ ص ۳۳۰)

۲۸۔ ایضا (تاج ۔ ج ۸ ص ۳۴۰) شیخ محمد اعلیٰ التھانوی نے (اپنی کتاب کشاف اصطلاحات الفنون ۔ کلکتہ ۱۸۶۲ء ۔ ج ۱ ص ۶۹۶ میں) السلم کے تحت لکھا ہے: وفی الجرجانی التسلیم ھو الانقیاد لامر اللہ تعالیٰ وترک الاعتراض فیما لایلائم و قیل التسلیم استقبال بالرضاء و قیل التسلیم ھو الثبات عند نزول البلاء من غیر تغیر فی الظاھر و الباطن ......) نیز دیکھئے علامہ وحید الزمان ۔ لغات الحدیث ۔ مطبوعہ نور محمد ۔ اصح المطابع ۔ کراچی ۱۹۵۶ء (ج ۳ ص ۴۴۴)

۲۹۔ ایضاج ۳ص ۱۵۳

۳۰۔ رجل سلم ای اسیر لانہ استسلم وانقاد (لسان ج ۱۵ص ۱۸۵) تاج (ج ۸ص ۳۳۷)

۳۱۔ ایضا (تاج۔ج ۸ص ۳۳۷)

۳۳۔ وسلّم بہٖ رَضِیُ (محیط المحیط ج ۱ص ۸۹۔۹۸۶)

۳۴۔ وحید الزمان (ج ۳ص ۱۴۶)

۳۵۔ ایضاً

۳۶۔ نعمانی، عبدالرشید۔لغات القرآن۔دہلی ۱۹۴۸ء (ج ۳ص ۱۲۶)

۳۷۔ وحید الزماں (ج ۳ص ۱۴۴)

۳۸۔ لسان (ج ۱۵ص ۱۸۵) تاج (ج ۸ص ۳۴۰) الفیروز آبادی (قاموس المحیط) ج ۴ص ۳۱۔۱۲۹ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: کتاب دائرۃ المعارف۔بستانی۔بیروت ۱۸۷۸ء (صف ۶۰۵) دائرۃ المعارف القرن الرابع عشر (العشرین۔فرید وجدی۔مصر ۱۹۳۷ء (ج ۱ص ۳۳۸) نیز کشاف اصطلاحات الفنون (تھانوی) ج ۱ص ۹۷۔۶۹۶ وغیرہ۔

۳۹۔ لسان العرب میں ہے۔و الاسلام و الاستسلام الانقیاد و الاسلام من الشریعۃ اظهار الخضوع و اظهار الشریعۃ و التزام لما اتی به النبی صلی الله علیه وسلم (ج ۱۵ص ۱۸۵) یعنی اسلام واستسلام کے معنی ہیں انقیاد واطاعت۔اور اصطلاح شریعت میں جھک جانے اور اسلامی احکام پر عمل کرنے اور جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اسے مضبوط پکڑے رکھنے کا نام ہے۔(الزبیدی ج ۸ص ۳۴۰) فرید وجدی (کنز العلوم واللغۃ۔مصر ۱۳۲۳ھ ص ۵۶۲) الاستسلام الانقیاد و الطاعۃ (اقرب الموارد وذیلہ) راغب نے (المفردات فی غریب القرآن۔مصر ۱۹۶۱ء ص ۲۴۱) میں توفنی مسلماً کے تحت لکھا ہے: ای اجعلنی ممن استسلم لرضاک

۴۰۔ لسان العرب کے مطابق: والسلم و السلام کا السلم و قد سالمه مسالمة و سلاما. قال ابو کبیر الهذلی هاجوا القومهم السلام کانهم لما اصیبوا اهل دین محتر (ج ۱۵ص ۱۸۵) تاج العروس میں ہے: والسلم۔الصلح (ج ۸ھ ۳۲۷) امام راغب کے الفاظ ہیں: و السلم السلام و السلم الصلح (ص ۲۳۰) فرید وجدی لکھتے ہیں: (سلم) من العیب یسلم سلامة. نجاو سلمه الله. نجاه. و السلم الصلح (کنز العلوم واللغۃ ص ۵۶۲، ۵۶۳) والسلم الصلح (القاموس المحیط ج ۴ص ۱۲۹) سلم من الآفات (المعرب فی ترتیب المعرب۔علی المطرازی۔دکن ۱۳۲۸ھ ص ۲۶۳) السلم و السلم: الصلح یفتح ویکسر ویذکر ویونث (لسان العرب ج ۱۵ص ۱۸۴) وحکی السلم السّلم الاستسلام (طلب سلامتی) ایضاً ج ۱۰ص ۱۸۵)

۴۱۔ السلم و السلم وقد قری علی ثلاثة اوجه و السّلم ضد الحرب و منه اشتقاق

السلامة (ابن درید۔ جمہرۃ اللغۃ۔ دائرۃ المعارف عثمانیہ۔ دکن۔ طبع اوّل ج۳ ص۴۹) السلم و السلم ضد الحرب (تاج العروس ج۸ ص۳۳۷)

۴۲۔ یعنی جنگ کر کے ان کو قید نہیں کیا بلکہ مکّہ والوں کی رضا مندی سے ان کے اس آدمیوں کو بطور یرغمال اپنے پاس رکھ لیا (لغات الحدیث ج۳ ص۱۴۴)

۴۳۔ لسان ج۱۵ ص۱۸۵

۴۴۔ و الخیل اذا تسالمت تسایرت لایھیج بعضھا بعضاً (لسان ج۱۵ ص۱۸۵)

۴۵۔ نعمانی (لغات القرآن) ج۳ ص۱۲۶

۴۶۔ لسان ج۱۵ ص۱۸۶

۴۷۔ ایضا

۴۸۔ وسلم من الآفۃ بالکسر سلامۃً و سلاماً نجا (زمخشری۔ اساس البلاغہ ص۲۱۸) سَلِمَ من البلاء و سلاماً و سلامةً (تاج العروس ج۸ ص۳۴۰۔۳۴۳)

۴۹۔ و السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ معناہ ان من اتبع ھدی اللہ سَلِمَ من عذابہٖ و سخطہٖ۔ (لسان) السلم، السلامة التعرّی من الآفات الظاھرۃ و الباطنة (المفردات۔ ص۲۳۹)

۵۰۔ السّلام و السلامة، البرأۃ، السّلامة، العافیة (لسان ج۱۰ ص۱۸۵۔۱۸۴) و السلام فی الاصل السلامة وھی برأۃ من العیوب (تاج العروس ج۸ ص۳۳۸)

۵۱۔ النور (۲۷)

۵۲۔ البقرہ (۱۱۲)

۵۳۔ سورۂ نساء (آیت ۱۲۵) اور سورۂ جن (آیت ۱۴) میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

۵۴۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: آل عمران (۲۰) نحل (۴۴)

۵۶۔ المومن (۶۶)

۵۷۔ البقرہ (۱۲۰)

۵۸۔ ایضاً (آیت ۱۳۳)

۵۹۔ مُسلمون، انہی معنوں میں دوسری جگہوں پر بھی استعمال ہوا ہے مثلاً آل عمران (۵۲، ۸۵)، عنکبوت (۴۶) انبیاء (۱۰۸) وغیرہ

۶۰۔ النور (۶۷)

۶۱۔ البقرہ (۲۰۸)

۶۲۔ چنانچہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: قال العوفی، عن ابن عباس و مجاھد و طاوس و الضحاک و عکرمة وقتادۃ و السدی و ابن زید فی قولہ (ادخلوا فی السم) یعنی

الاسلام. وقال الضحاک ابن عباس و ابو العالیة و اله بیع بن انس (ادخلوا فی السم) یعنی الطاعة (ملاحظہ ہو: تفسیر القرآن العظیم دارالاندلس۔ بیروت۔۱۳۸۵ھ/۱۹۶۶ء (ج ا ص۴۳۹)

۶۳۔ النساء (۶۵)

۶۴۔ المائدہ (۴۴)

۶۵۔ الصافات (۱۰۳)

۶۶۔ النحل (۲۸)

۶۷۔ ایضا (۸۱)

۶۸۔ الحج (۳۴)

۶۹۔ اس سلسلہ میں مزید ملاحظہ ہو: الزمر (۵۴) انیبوا الیٰ ربکم واسلموا اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار ہو جاؤ۔

۷۰۔ النمل (۳۱)

۷۱۔ یہاں اطاعت و انقیاد بھی مراد ہے اور صلح بھی۔

۷۲۔ النمل (۳۸)

۷۳۔ القلم (۳۵)

۷۴۔ یوسف (۱۰۱)

۷۵۔ آل عمرن (۶۷)

۷۶۔ الصافات (۲۶)

۷۷۔ النسآء ۹۰)

۷۸۔ ایضا (۹۱)

۷۹۔ محمد (۳۵)

۸۰۔ الانفال (۶۱)

۸۱۔ الانفال (۴۳)

۸۲۔ الحشر (۲۳)

۸۳۔ مکہ (۵۶)

۸۴۔ البقرہ (۷۱)

۸۵۔ ہود (۴۸)

۸۶۔ الشعراء (۸۹)

۸۷۔ ترجمہ فتح الحمید (ص ۶۰۱) مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ۔ لاہور)

۸۸۔ الصافات (۸۴)

۸۹۔ الفرقان (۶۳)

۹۰۔ الطور (۲۹)

۹۱۔ سیڑھی چونکہ آدمی کو سلامتی کے ساتھ بلندی پر پہنچا دیتی ہے اس لئے اسکو سُلّم کہتے ہیں۔

۹۲۔ الواقعہ (۲۵، ۲۶)

۹۳ مطلب یہ ہے کہ امن و آشتی کی باتیں ہونگی فساد و مناقشت سے پاک۔

۹۴۔ یٰسین (۵۸)

۹۵۔ جاہلیت اور دور جاہلیت کے تمام پہلوؤں کا مفصّل مطالعہ مجلّہ ہٰذا کے شمارہ نمبر ۱۲ (رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ اکتوبر ۲۰۰۴ء کے ص (۲۱ تا ۵۴) کیا جا چکا ہے۔

۹۶۔ سورۂ مائدہ میں (آیت ۴۸ تا ۵۰) جو مضمون وارد ہوا ہے اس میں ایک طرف تو اسلام کا (بطور دین) تذکرہ ہے جسمیں اس (دین) کی نمایاں ترین علامات [(کتاب برحق قرآن کا نزول، اس خصوصیت کے ساتھ کہ وہ اپنے نزول سے پہلے کی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور انکے تعلیمات حقہ کی محافظ ونگراں ہے) دین حق کو نفسانی خواہشات کے سبب ٹھکرانے کی ممانعت، برابر فرقہ کے لئے الگ الگ دستور و طریقہ اور شریعت، منہاج زندگی کا اختیار، اللہ کی طرف سے کسی جبر کی نفی، خدا کے نازل کردہ دین کی پیروی، مخالفوں کی پرواہ کئے بغیر، اور بطور طنز یہ فیصلہ کن بات کہ دین حق (جو منزل من اللہ ہے) کے مقابلہ میں کیا لوگ پھر سے حکم جاہلیت (عہد جاہلیت کی روش زندگی) کے خواہشمند ہیں۔ افحکم الجاھلیۃ یبغون؟ (مائدہ ۵۰)

۹۷۔ ابن منظور الافریقی (لسان) ج ۱۵ ص ۱۸۵

۹۸۔ عوام الناس کے نزدیک عام طور پر دین و مذہب میں فرق نہیں کیا جاتا اور روش طریقہ اعتقاد وغیرہ اس میں سب شامل ہے اردو لغت کے اعتبار سے یہ دھرم، دین کے معنی میں نیز مذہب بدلنا (نسیم اللغات غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۴ء ص ۸۷۹) اس کی جمع ہے مذاہب۔ (عربی لغت کے لحاظ سے ذھَبَ ذھاباً و ذھوباً و مذہباً یعنی جانا گذرنا سے مصدر ہے۔ دیکھئے مختار الصحاح ص ۲۴۔ اصطلاحی طور پر یہ (لفظ مذہب) مسلک (مثلاً حنفی، شافعی، حنبلی، مالک، جعفری وغیرہ) کے لئے استعمال ہوتا ہے یعنی نسبتاً محدود مفہوم میں۔ اِلّا یہ کہ مذہب کو زندگی کا معنوی راستہ سمجھتے ہوئے وسعت دے دی جائے۔ جبکہ لفظ دین عربی زبان و ادب کے لحاظ سے متعدد مفہومات کا حامل ہے۔ مولانا مودودی نے خلاصۃً اسکے چار معنی متعین کئے ہیں یعنی ۱۔ غلبہ وحکمرانی وفرمانروائی ۲۔ اطاعت بندگی خدمت ماتحتی، ۳۔ شریعت قانون، طریقہ کیش ملّت رسم و عادت ۴۔ جزائمل، بدلہ، مکافات، فیصلہ، محاسبہ (مودودی، مولانا سید ابوالاعلیٰ قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں۔ اسلامک پبلی کیشنز لاہور۔ ۱۹۷۵ء

ص ۱۳۹ تا ص ۱۴۳ ملخصاً) قرآن میں لفظ دین کا استعمال ان تمام معنوں میں ہوا نیز قرآنی زبان میں لفظ دین ایک پورے نظام کی نمائندگی کرتا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ایضاً ص ۱۴۳ تا ص ۱۵۲) نیز ایک جامع اصطلاح کی حیثیت بھی اسے حاصل ہے قرآن کی متعدد آیات میں اس کی مثالیں موجود ہیں (ایضاً ص ۱۵۲ تا ص ۱۵۵)

۹۹۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ (سیرت النبی ۲ مطبوعہ دینی کتب خانہ لاہور ۱۹۷۵ء ج ۴ میں) لکھتے ہیں: ''عقائد کے اتنے ہی قصہ کا یقین واقرار ضروری قرار دیا جو دل کی اصلاح کرے اور عمل کی بنیاد، اخلاق ،عبادات کی اساس قرار پا سکے۔ عقائد کے فلسفیانہ الجھاؤ اور تصورات ونظریات کی تشریح وتفصیل کر کے اہمیت کو برباد نہیں کیا۔ چند سیدھے سادے اصول جو تمام ذہنی سچائیوں اور واقعی حقیقتوں کا جوہر اور خلاصہ ہیں ان کا نام عقیدہ اور ان پر یقین کرنے کا نام ایمان رکھا۔ آپ نے صریح الفاظ میں عقائد کے صرف پانچ اصول تلقین کئے۔ ا۔ خدا پر ایمان، ۲ خدا کے فرشتوں پر ایمان، ۳۔ خدا کے رسولوں پر ایمان، ۴۔ خدا کی کتابوں پر ایمان ۵۔ اور اعمال کی جزا سزا اور سزا کے دن پر ایمان۔ یہ وہ تمام حقائق ہیں جن پر دل سے یقین کرنا اور زبان سے ان کا اقرار کرنا ضروری ہے ان کے بغیر خالص عمل کا وجود نہیں ہوسکتا۔ (دیکھئے ص ۳۷۵-۳۷۶) ان ایمانیات کا خلاصہ اور اقرار (ایمان مفصل یعنی آمنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلِہٖ والیَوم الآخر و القدر خیرہٖ وشرِّہٖ مِنَ اللہِ تعالی والبعث بعدَ المَوْتِ کے تحت) ابتدائی قاعدوں اور نماز کی کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

۱۰۰۔ سیرت النبی ﷺ (ج ۴ ص ۹۲-۱۹۱)

۱۰۱۔ مولانا ندوی رقم طراز ہیں: ''قرآن مجید میں تمام احکام نہایت تدریج کے ساتھ نازل ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ ۲۳ برس کی وسیع مدت تک روزہ زکوٰۃ وحج کچھ فرض نہیں ہوا تھا لیکن شرک کا استحصال کلی نبوت کا پہلا سبق تھا۔ سورۂ زمر مکّہ میں نازل ہوئی اور اسی سورہ مین شرک کی تمام صورتیں مٹادی گئیں'' (ایضاص ۳۸۱)

۱۰۲۔ مائدہ ۳

۱۰۲/۱۔ مائدہ ۳

۱۰۲/۲۔ آل عمران: ۱۹

۱۰۲/۳۔ آل عمران ۸۵

۱۰۲/۴۔ ۲:۸۴

۱۰۲/۵۔ بقرہ ۲۰۸

۱۰۳۔ ایضاً (ج ۴) ص ۳۶۸

۱۰۴۔ سورۂ ابراہیم (۲۴)

۱۰۵۔ بخاری نے اپنی کتاب ''الصحیح'' میں کتاب الایمان کا آغاز ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی قولِ مبارک سے بطور باب (بُنی الاسلام علی خمس......) کیا ہے اور پھر بہت کچھ بیان کرنے کے بعد سند ذکر کرکے حدیث لائے ہیں: **عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم بنی الاسلام علیٰ خمسٍ شهادةِ ان لا اله الّا اللهُ وان محمداً رسول اللهِ واقام الصلوٰة وایتاء الزکاةِ والحج وصوم رمضان.** (ملاحظہ ہو: صحیح البخاری (نیئیہ) داراحیاء التراث العربی۔ ج ا ص ۸، ۹) صحیح مسلم میں کتاب الایمان کے تحت امام مسلم حضرت ابن عمرؓ کی اس روایت کے علاوہ ان ہی سے مروی دوسری متعدد روایات بھی لائے ہیں جن میں الفاظ کا معمولی ردوبدل اور حج وصوم کی تقدیم وتاخیر ہے لیکن بہرحال بنی الاسلام علی خمسٍ کی تصریح وتکرار موجود ہے دیکھئے صحیح مسلم (مترجم اردو مع شرح نووی) مطبوعہ مکتبہ سعودیہ کراچی۔ (ت ط ن) ج ا ص ۹۰ تا ۹۲) اسی حدیث سے ''ارکان اسلام'' کی تفصیل وتعیین سامنے آجاتی ہے۔ اس سلسلے میں جناب سید نذیر نیازی کا مفصل مقالہ بہت عمدہ اور قابل مطالعہ ہے [ملاحظہ ہو: اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ دانش گاہ، پنجاب لاہور ۱۹۶۶ء (ج ۲ ص ۳۹۴ تا ص ۴۰۷)۔

۱۰۶۔ مرزا حیرت دہلوی نے باب: کے تحت اس کا ترجمہ کیا ہے کہ: اسلام کا (محل) پانچ (ستونوں) پر بنایا گیا ہے (ص ۷) اور حدیث ابن عمر میں ترجمہ یہ ہے: اسلام (کا قصر) پانچ (ستونوں) پر بنایا گیا ہے (ص ۸) ملاحظہ ہو: صحیح بخاری۔ (مترجم مرزا حیرت دہلوی۔ دیباچہ مترجم ۱۹۰۶ء) مطبوعہ نور محمد۔ اصح المطابع۔ کراچی۔ (ت ط ن)

۱۰۷۔ بخاری/ ج ا ص ۹ باب امور الایمان

۱۰۸۔ ترجمہ مرزا حیرت دہلوی (ص ۸) حاشیے میں لکھا ہے: ''اس عدد خاص کے ذکر سے یہ مقصود ہے کہ اس کی بہت شاخیں ہیں اسی وجہ سے بعض احادیث میں بجائے ساٹھ کے ستر کا عدد آیا ہے۔ (ص ۹)

۱۰۹۔ کتاب الایمان میں کل ۴۱ ابواب پائے جاتے ہیں جس کے تحت کل ۴۹ احادیث منقول ہیں۔ امام بخاری کے نزدیک ایمان، واسلام متغائر نہیں۔ چنانچہ کتاب الایمان میں ابواب کی عبارتیں اور عنوانات معنیٰ خیز ہیں مثلاً باب امور الایمان (نسخہ عربی ص ۹) **المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده** (ایضاً) ای **الاسلام افضل ...... تطعم الطعام و تقرأ السلام** (ایضاً ص ۱۰) **یحب لاخیه مایحب لنفسه** (ایضاً) **ان الدین عند الله الاسلام** (ایضاً ص ۲۳) **الجهاد من الایمان** (ایضاً ص ۱۵) **الصلوٰة من الایمان** (ایضاً ص ۱۶) **الزکوٰة من الاسلام** (ایضاً ص ۱۸) اور سوال جبریل **یعلمکم دینکم** (ایضاً ص ۱۹) اسی میں یہ عبارت ہے: **فجعل ذالک کلهٔ دیناً** (ایضاً) بخاری میں سوال جبریل ۳۷ واں باب ہے۔ فضل الباری۔ اردو شرح صحیح البخاری (افادات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ۔ ترتیب ومراجعت مولانا قاضی عبد الرحمٰن۔ مطبوعہ الرابطۃ العلمیۃ

الاسلامیۃ العالمیۃ۔ (ادارہ علوم شرعیہ) کراچی۔۱۹۷۳ء) میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ ''اس باب کے ذیل میں تین تراجم قائم فرمائے پہلے ترجمے میں ثابت کررہے ہیں کہ جبریلؑ کے سوال کے جواب میں آپ نے جتنی چیزیں بیان فرمائیں وہ سب دین کا مصداق ہیں۔دوسرے ترجمے سے، ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ایمان اور اسلام ایک ہیں تیسرے ترجمے سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام اور دین ایک ہیں، اس کے لئے آیت قرآن و من یبتغ غیر الاسلام دیناً سے استدلال کرتے ہیں۔ دیکھئے ص ۵۲۴ ملخصا

۱۱۰۔ بخاری میں حدیث جبریلؑ حضرت ابوھریرۃ'' کی روایت سے مذکور ہے: قال کان النّبی صلی اللہ علیہ وسلم بارزاً یوماً للناس فاتاہ جبریل فقال ما الایمان قال الایمانُ ان تومن باللہِ وملائکتہٖ وبلقائہٖ ورُسُلِہٖ وتومن بالبعثِ قال ما الاسلامُ قال الاسلامُ ان تعبُدَ اللہَ ولاتشرک بہ و تُقیمَ الصلاۃَ و تُؤدی الزّکاۃَ المفروضۃَ و تصومَ رَمَضانَ قال ما الاحسانُ قالَ اَنْ تعبُدَ اللہَ کانّکَ تراہُ فَإن لم تکُنْ تَرَہُ فانّہٗ یراکَ قال متیٰ السَّاعۃُ، قالَ ما المسئولُ عنہا باَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وسأخبرکَ عن اَشْرَاطِہَا إذا وَلَدَتِ الامَۃُ ربَّہَا وَإذا تَطَاوَلَ رُعاۃَ الإبل البُہم فی البُنیَانِ فی خَمسٍ لایَعْلَمُہُنَّ اِلَّا اللہُ ثم تَلا النَّبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم إنّ اللّٰہَ عِندہٗ عِلمُ السَّاعۃِ الآیۃ ثم أدْبَرَ فقال رُدُّوہُ فلم یَرَواشیاءً فقال ھذا جبریلُ جاءَ یُعَلِّمُ النَّاسَ دینَھُمْ قال ابو عبد اللہِ جعل ذالک کلَّہٗ من الایمانٗ (ص ۲۰) صحیح مسلم میں بابُ الایمان ماھو و بیان خصالہ کے تحت اس روایت کے علاوہ حضرت ابو ھریرہ کی ہی دوسری روایت میں بنیادی مضمون یہی ہے۔لیکن الفاظ وعبارت کا فرق ہے۔مثلاً فجاء رجلٌ فجَلَس عند رکبتیہ (تو ایک شخص آیا اور آپ کے گھٹنوں کے پاس بیٹھا) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر بیان پر اس کی (حضرت جبریل علیہ السلام) تصدیق منقول ہے (قال صَدَقتَ) ملاحظہ ہو (صحیح مسلم مترجم اردو ص ۸۲،۸۳) اور سنن ابن ماجہ میں باب فی الایمان میں حدیث جبریل (حدیث ۶۴ کے تحت حضرت ابوھریرہ کی روایت سے بھی مذکور ہے تاھم حدیث نمبر ۶۳ میں) حضرت ابن عمر عن عمر کے الفاظ قدرے مختلف ہیں یعنی قال: کُنّا جلوساً عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاءَ رجلٌ شدیدُ بیاضِ الثیاب شدیدُ سوَادِ شعرِ الرَّاسِ، لایُرَی علیہِ اَثَرُ سَفرٍ ولا یَعْرِفُہٗ مِنّا اَحَدٌ، قالَ فجلس الی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فاسنَدَ رُکبتۃ الی رکبتبتہ وَوَضَعَ فَخذَیہ علی فخذیہ ثم قال: یا محمد ما الاسلامُ..... اختتامی الفاظ یہ ہیں: ذاکَ جبریل اتاکم یعلمکم معالم دِینِکُمْ (دیکھئے ابن ماجہ، ۲۷۵ے۔سنن۔دارالفکر۔تعلیق محمد فواد عبدالباقی۔ج ا ص ۲۴،۲۵)

۱۱۱۔ بخاری (عربی) ج ا ص ۲۰

۱۱۲۔ ایضاص ۱۹

۱۱۲/۱۔ فتح الباری ۳۳ ج۱

۱۱۳۔ فضل الباری (ج ۱ ص ۵۲۶)

۱۱۴۔ ایضاص ۵۲۶، ۵۲۷

۱۱۵۔ یوسف موسیٰ، الدکتور۔ الاسلام وحاجۃ الانسانیۃ۔ الشرکۃ العربیۃ للطباعۃ والنشر تا ۱۹۶۱ء ص ۱۵۵۔

۱۱۶۔ التھانوی، محمد اعلیٰ الفاروقی، کشاف اصطلاحات الفنون۔ کلکتہ ۱۸۶۲ء ج ۱ ص ۷۵۹

۱۱۷۔ ابن منظور الافریقی (لسان العرب) ج ۱۵ ص ۱۸۶

۱۱۸۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) مدیران ڈاکٹر مولوی عبدالحق، ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی، ڈاکٹر شوکت سبزواری، مولانا نسیم امروہوی۔ ترقی اردو بورڈ۔ کراچی ۱۹۷۷ء ج ۱ ص ۴۸۹

۱۱۹۔ المفردات (ص ۲۵۹)

۱۲۰۔ الدکتور یوسف موسیٰ ص ۱۵۶

۱۲۱۔ مہذب شرح العقیدۃ الطحاویۃ (تالیف الامام القاضی علی بن علی بن محمد بن ابی العز الدمشقی۔ مراجعۃ الدکتور علی بن محمد ناصر فقیھی والدکتور احمد بن عطیۃ الغامدی)۔ مکتبۃ الغرباء۔ الجامعۃ الستاریۃ۔ کراتشی۔ الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔ ص ۴۳۴ مزید تفصیلات اور ''اقوال العلماء فی مسمی الاسلام'' کی بحث کے لئے ملاحظہ ہو: شرح العقیدۃ الطحاویۃ الطبعۃ الثالثۃ۔ منشورات الکتب الاسلامی، دمشق (ص ۳۲۷ تا ۳۳۰)

۱۲۲۔ سورۃ التوبہ (۳۳) ترجمہ شیخ الہند: اسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر تا کہ اس کو غلبہ دے ہر دین پر (ص ۲۵۴ مطبوعہ مدینہ منورہ) یہی مضمون سورۂ فتح (۲۸) میں ہے۔ اس کے ترجمہ کے الفاظ کے لئے ملاحظہ ہو (ایضاص ۶۸۳) پھر اسی مضمون کی تکرار سورۂ صف (۹) میں پائی جاتی ہے۔ ترجمہ ملاحظہ ہو (ایضاً ص ۷۳۲)

۱۲۳۔ سورۃ النصر (۲،۱)

۱۲۴۔ آل عمران (۱۹)

۱۲۵۔ ایضا (آیت ۸۵)

۱۲۶۔ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں سیاق وسباق آیت کے پیش نظر (کیونکہ آغاز کلام شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰئِکَۃُ وَاُولُوا لْعِلْمِ ،۱۸) لکھا ہے کہ: وھذہ خصوصیۃ عظیمۃ للعلماء فی ھذا المقام ...... الخ (ج ۲، ص ۲۱) پھر تفصیل میں امام احمد کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے کہ اس آیت (۱۸) کی تلاوت فرمائی پھر آگے لکھا ہے: اخبار منہ تعالیٰ بانہ لادین عندہ یقبلہ من احد سوی الاسلام وھو اتباع الرسل فیم بعثھم اللہ بہ فی کل حین حتی ختموا بمحمد

صلی الله علیه وسلم فمن لقی الله بعد بعثة محمد صلی الله علیه وسلم بدین علی غیر شریعة فلیس بمتقبل کما قال الله و من یبتغ غیر الاسلام دینا (ایضا، ص۲۲)

۱۲۷۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو: ایضا (ج۲، ص۲۲، نیز ص۶۶، ۶۷، ۸۵)

۱۲۸۔ دین حق ہونے کی حیثیت سے اسلام کی خصوصیات کی بحث اور تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: محمود شلتوت۔ الامام الاکبر۔ من توجیہات الاسلام، (دارالقلم، قاہرہ، ت ط ن) ص۲۹ تا ۳۴

۱۲۹۔ (لیظهره علی الدین کله) ای علی سائر الادیان کما ثبت فی الصحیح عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال ...... الخ (ابن کثیر/ ج۳، ص۳۸۶) تینوں مقامات کی تفسیر و تشریح کے لئے ملاحظہ ہو: مودودی، مولانا سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن ج۱، ص۴۰، ۲۳۹، ۲۷۰، ج۲، ص۱۹۰، ج۴، ص۳۵۶، اور ج۵، ص۶۲، ۶۳۔

۱۳۰۔ تفصیل کے لئے دیکھئے محمود شلتوت ص۱۴۰ تا ۱۵۰ (الاسلام دین العقل والعلم)

۱۳۱۔ ایضا ص۹۶ تا ۱۰۰ (الرسالة المحمدیه واصلاح المجتمع)

۱۳۲۔ مہذب شرح العقیدة الطحاویة (ص، ۴۳۵ تا ۴۳۷)

۱۳۳۔ محمود شلتوت ص۶۵

۱۳۴۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ایضا ص۶۵ تا ۷۹

REPO ADVERTISING

Advertising Experts & Consultants

Head Office: 95, C-2 Punjab Govt. Employees,

Cooperative Housing Society,

Near Johar Town, Lahore

Ph: 5189005 Fax: 5180180

Mob: 0333-4269808